U100125. 10-12-۶۹

Title - CHAND DAKKHINI PAHELIYAAN

Creator - Mohd. Naim ur Rehman.

Publisher - Hindustani Academy (~~Lahore~~ Allahabad).

Date - 1936

Pages - 134

Subjects - Dakkini Adab.

چند دکھنی پہیلیاں

چند دکھنی پہیلیاں

از

محمد نعیم الرحمن ایم-اے-
استاد عربی و فارسی ، الہ آباد یونیورسٹی
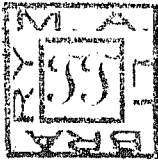
الہ آباد
ہندستانی ایکاڈیمی ، صوبجات متحدہ
۱۹۳۶ع

Published by
THE HINDUSTANI ACADEMY, U. P.,
ALLAHABAD.

FIRST EDITION :
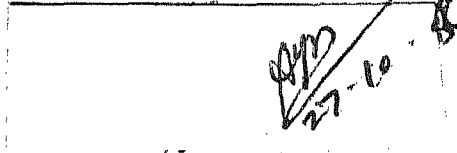
Printed by
S. GHULAM ASGHER, AT THE CITY PR
ALLAHABAD.

مضامین

مقدمہ

دکھنی ' یعنی جنوبی ' دکھن (سنسکرت دکشن ' جنوب) سے صفت نسبتی ہے . شمالی ہندوستان میں عموماً " دکھن " براعظم ہند کے اُس حصے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو طبیعی لحاظ سے ایک جزیرہ نما ہے ' اور نقشے میں ایک معکوس مثلث کی شکل میں رو نما ہوتا ہے . اس کا ایک زاویہ راس کماری ' ملک ہند کی جنوبی انتہا ' ہے . اس کا قاعدہ شمال میں بندھیا چل پہاڑ کے سلسلے ' مغرب میں نربدا اور تاپتی کی ' اور مشرقی سمت میں مہا ندی اور گوداوری کی وادیوں اور ان کے نشیب سے مل کر پیدا ہوتا ہے ؛ اور اس کے دو ضلعے مشرقی گھاٹ اور مغربی گھاٹ ہیں . اہل پرتگال سلطنت بیجا پور کو " دکھن " کہتے تھے . بعد میں ' انگریزوں کے محاورے میں اس کا اطلاق اس مرتفع علاقے پر ہونے لگا ' جو نربدا اور کرشنا دریاؤں کے درمیان واقع ہے اور جس میں حیدرآباد (دکن) بھی شامل ہے [1] .

غرض یہ کہ " دکھنی " سے مراد " جنوبی ہند کی زبان " ہے ؛ گو اس ملک کے باشندوں کو بھی دکھنی کہا جا سکتا ہے ' اور کہا جاتا ہے . لیکن اس مقام پر اس کی کچھ تشریح کر دینا مناسب ' بلکہ ضروری ' معلوم ہوتا ہے ' کیوں کہ محض زبان یا بولی کے معنی میں بھی اس کے مختلف مفہوم ہیں . مثلاً ' چھوٹا ناگپور کے لوگ اُڑیا زبان کو

---

[1] — مدراس پریزیڈنسی اڈمنسٹریشن رپورٹ .

دکھنی کہتے ہیں ؛ صوبجات متحدہ کے باشندے (بالخصوص پورب کی طرف) صوبۂ متوسط کے محاورے کو دکھنی سے تعبیر کرتے ہیں ؛ جنوب مغربی پنجاب میں جمہوری بولی کو دکھنی یا دکھنندی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ؛ گجرات میں مرہٹی زبان کو دکھنی کہا جاتا ہے . اسی طرح اس اصطلاح کا اطلاق نہ صرف حیدرآباد دکن کی اکثر آبادی کی ' بلکہ جنوبی ہند کے (یعنی دراوڑی قوم کا وطن' جس میں کل احاطۂ مدراس کے علاوہ میسور ' ترانکور اور کوچین کی ریاستیں اور کرگ کی کمشنری بھی شامل ہے) اکثر مسلمانوں کی اُس زبان پر بھی ہوتا ہے ' جو اُردو (یا بقول گریرسن کے " ہندوستانی ") زبان ہی کی ایک بولی ہے . اور یہی آخری " دکھنی "—خاص کر وہ بولی ' کہ جو احاطۂ مدراس اور میسور وغیرہ میں مستعمل ہے—وہ دکھنی ہے جس سے اس وقت مجھے بحث ہے ' اور جس کی چند پہلیاں ناظرین کے سامنے پیش کرنا میرا مقصد ہے . یہ بولی دکھنی (تین تلفظ کے ساتھ) [۱] اور دکنی کے نام سے موسوم ہے . بہر حال ان سب تلفظوں یا ناموں سے مراد ایک ہی بولی ہے ' اور یہ بولی آج بھی جنوبی ہند کے ایک نہایت وسیع رقبے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے .

دکھنی اپنی عام اور وسیع کیفیات کے لحاظ سے اردو سے بہت زیادہ مشابہ ہے . البتہ تفصیلی کیفیات میں اردو کے محاورے اور صرف و نحو کے قواعد میں وہ ضرور اُس سے مختلف ہے ؛ اور یہی سبب ہے کہ اُسے محض ایک بولی کی حیثیت دی جاتی ہے ' زبان نہیں سمجھا جاتا . مگر گریرسن اسے اُردو زبان کی ایک " مسلمہ صورت " تسلیم کرکے

---

[۱]—یعنی کھ کے سکون ' یا تشدید اور زیر ' یا محض زیر کے ساتھ ؛ حرف دال پر ہر صورت میں زبر ہی بولا جاتا ہے -

" ریختہ " اور " ہندی " کی طرح اُس کا ایک وجود تسلیم کرتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اُن تمام ادبیات کو دیکھا جائے ' جو نثر اور شعر میں مختلف مضامین پر دکھنی میں پیدا ہو چکی ہیں—عام اس سے کہ وہ کیسی ہی ہوں اور مقابلتاً کیسی ہی کم ہوں—تو گریرسن کے اس قول کو تسلیم کرنا پڑتا ہے ' اور اسے بھی نہ بھولنا چاہیے کہ گریرسن خود اردو کو بھی " ہندوستانی " کی ایک صورت قرار دیتا ہے ' اور وہ صورت بتاتا ہے " جو فارسی خط (یعنی نستعلیق) میں لکھی جاتی ہے ' اور جس کے الفاظ کے ذخیرے میں فارسی (اور عربی) الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں [۱] " . بالکل یہی کیفیت دکھنی کی بھی ہے کہ اُس میں بھی فارسی اور عربی کے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں ' گو یہ صحیح ہے کہ اردو کے مقابلے میں اُن کی تعداد کم ہے . دکھنی اور اردو میں فارسی (اور عربی) الفاظ کی اس کمی اور کثرت کا سبب دریافت کر لینا کچھ مشکل امر نہیں ہے ؛ کیوں کہ یہ صاف ظاہر ہے کہ شمالی ہندوستان میں اردو کو فارسی سے جس قدر زیادہ اور قریب کا سابقہ رہا ہے ' اُتنا دکھنی کو جنوب میں نہیں رہا . یہی سبب ہے کہ بمقابلہ اردو کے دکھنی میں ہندوستانی ' یعنی ملکی ' زبان کا جزو زیادہ شامل ہے اور فارسی (اور عربی) کا جزو نسبتاً کم ہے .

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ بتا دیا جائے کہ بعد کے صفحوں میں دکھنی زبان سے کیا مراد ہے ' اور اُس کی نوعیت اور خصوصیات کیا ہیں . دکھنی زبان مدراس دکن کے (یعنی مدراس کا احاطہ ' مع ترَوانکور ' میسور اور کوچین کی ریاستوں ' کرگ کی کمشنری اور مالابار کے) اُن

[۱]—گریرسن ' لنگوِسٹک سروے آف انڈیا ' جلد ۹ .

مسلمانوں (اور مرھٹہ قوم کے چند غیر برھمن لوگوں) کی بولی ھے ' جو اپنے آپ کو دوسری مسلمان قوموں (مثلاً لبے [۱] ' راؤتر ' مرکایر ' چولیا اور ماپلا ([۲]) سے ممتاز کرکے " دکھنی " کہتے ھیں ' یہاں اس کی تفصیلی بحث کا موقع نہیں ھے ' لیکن حقیقت یہ ھے کہ یہ " دکھنی " قوم شمالی ھند کے اُن باشندوں اور مرھٹہ قوم کے ان افراد کی اولاد ھیں جو وقتاً فوقتاً شمالی فوجوں میں اور اُن کے ساتھ اس جنوبی علاقے میں پہنچے اور وھیں آباد ھو گئے . اس کے مختصر سے ثبوت کے لیے غالباً یہ کافی ھوگا کہ ایک طرف تو پٹھان اور ترک قوم کے بہت سے خاندان اب بھی وھاں موجود ھیں ' دوسرے یہ کہ " دکھنی " میں ایسے بہت سے الفاظ اور محاورے آج تک بولے جارھے ھیں ' جو یا تو خالص مرھٹی زبان کے ھیں یا اُس سے ماخوذ ھیں . بہر حال یہ ظاھر ھے کہ اس قوم کے معزز آبا و اجداد اپنے ھمراہ شمالی ھند کے اطوار اور آداب کے ساتھ ساتھ زبان بھی لے گئے تھے ' اور یہ بہت بڑا سبب اس امر کا ھے کہ " دکھنی " لوگوں کی مادری زبان وھی " ھندوستانی " زبان ھے . لیکن یہ کیوں کر ھوسکتا تھا کہ وہ اپنے گرد و پیش کی دراوڑی اقوام اور اُن کی زبان کے اثر سے بالکل محفوظ رھتے . ھر وقت کے تعلقات کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ ان تمام " دکھنی " خاندانوں نے جہاں جہاں اور جس جس دراوڑی قوم کے ساتھ بود و باش اختیار کی ' اُن کی بولی اور اُن کے محاورے اور لب و لہجہ نے بھی

---

[۱]—ٻنکہ اس سے بہتر اور زیادہ صحیح تلفظ لوے ھے ۔

[۲]—جو انگریزی محاورے میں (بگڑ کر) موپلا ھوگیا ھے ۔ ماپلا قوم کی زبان ملیالم (یعنی مالا باری) ھے ' جس میں عربی کے الفاظ بکثرت شامل ھیں ' کیوں کہ باپ کی نسبت سے یہ قوم عربی اصل سے ھے ۔ ان کے علاوہ اور غیر دکھنی مسلمانوں ' جن کا یہاں ذکر ھوا ھے ' تامل (اصل میں تمژ) بولتے ھیں ' جو ان کی مادری زبان ھے ۔

اُسی قوم کی زبان کے اثرکو قبول کر لیا . چنانچہ مدارس دکن کے تمام علاقے میں مختلف مقامات پر "دکھنی" بولی تامل ' تلوگو ' ملیالم اور کنڑي زبانوں کے هم‌دوش رہ کر اُن کے رنگ میں رنگ گئی هے ' اور دکھنی بولنے والے بالکل اپنی خاص ملکی درواڑی زبان کے لہجے میں گفتگو کرتے هیں . مگر دکھنی کی خاص شان هر مقام پر جوں کی توں باقی هے ' اور هر مقام کا "دکھنی" ایک دوسرے کي گفتگو اور محاورے کو خوبی اور آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا هے . ان چاروں دراوڑی زبانوں میں تامل اور تلوگو کا اثر زیادہ نمایاں هے ' کنڑی کا اُن سے کم ' اور ملیالم کا قریب قریب براے نام . یہ اثر خصوصیت کے ساتھ اس رنگ میں جلوہ گر نظر آتا هے کہ ایسے "دکھنی" الفاظ اور محاوروں کی ایک خاصی طویل فہرست اس قسم کی تیار کی جا سکتی هے ' جن کو بالکل دراوڑي (مثلاً تامل یا تلوگو) الفاظ اور محاوروں کا "اردو" ترجمہ کہنا چاهیے . ان ملکی زبانوں کے بعد جس زبان کا اثر دکھنی نے قبول کیا هے وہ انگریزی هے . اس میں وہ هندوستان کی اور تمام زبانوں اور بولیوں کے ساتھ برابر کی شریک هے . بلکہ یہ ایک حیرت انگیز امر هے کہ انگریزی زبان اور محاورے کا اثر جس قدر زیادہ خود تامل اور تلوگو پر پڑا هے ' اس سے دکھنی بڑی حد تک محفوظ هے ' حالانکہ یہ بھی اسی صوبے (مدارس) کی ایک زبان هے جسے ' بہ‌نسبت هندوستان کے دوسرے صوبوں کے ' انگریز قوم اور اُس کی زبان سے زیادہ طویل تعلق اور سروکار رها هے !

یہ تو دکھنی کی خصوصیات کی عام کیفیت هے . صرف و نحو کے قواعد کے اعتبار سے دکھنی زبان گو اردو سے پورے طور پر متفق اور متحد نہیں هے ' لیکن بڑي حد تک اُس سے مشابہ هے . اس موقع پر بعض

ضروری اختلافات کا بیان نہ صرف دل چسپی کے لحاظ سے ' بلکہ اس خیال سے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سمجھ لینے سے پہیلیوں کے سمجھنے اور ان کی خوبیوں کی داد دینے میں بہت کچھ مدد ملے گی . سر جارج گریرسن نے اپنی معرکۃآلارا کتاب " لنگواسٹک سروے آف اِنڈیا " (جلد ۹) میں دکھنی زبان اور اُس کی خصوصیات سے بہت اچھی اور مفید بحث کی ہے . لیکن اس تمام بحث کے مطالعے میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ گریرسن نے دکھنی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ' اُس کا ہر ہر حرف لازمی طور پر مدراسی دکھنی کے لیے درست نہیں ہے اور نہ اُس پر پوری طرح اس کا اِطلاق ہوتا ہے . لہذا یہ ضروری ہے کہ مدراسی دکھنی اور دوسری دکھنی بولیوں میں نہایت احتیاط سے تمیز کی جائے .

اردو اور دکھنی میں اسموں کی جمع بنانے کے قاعدے میں بڑا فرق یہ ہے کہ دکھنی میں ہر اسم کی جمع بنانے کے لیے (عام اس سے کہ وہ اسم کسی اور زبان سے آکر دکھنی میں شامل ہوگیا ہو ' عام اس سے کہ وہ اسم مذکر ہو یا مونث) اُس کے آخر میں " اں " (الف اور نون غنہ) لگا دیتے ہیں ؛ حالانکہ اردو میں مذکر اور مونث اسموں کی جمع مختلف صورتوں سے آتی ہے . اردو کی جمع حروف جار کے عمل سے اپنی صورت بدل دیتی ہے ' مگر دکھنی میں ایک ہی صورت قائم رہتی ہے . علاوہ اس کے اردو میں اسم ' جمع کی صورت میں بھی ' اپنی جنس (یعنی تذکیر یا تانیث کی صفت) کو قائم رکھتا ہے ' مگر دکھنی میں ہر اسم ' عام اس سے کہ وہ واحد صورت میں مذکر ہو یا مؤنث ' جمع کی صورت میں آ کر مذکر ہوجاتا ہے : [۱] مثلاً " عورتیں گئیں "

---

[۱]—یہ ایک دل چسپ امر ہے کہ عربی زبان میں ' اس کے بالکل برعکس ' یہ قاعدہ ہے کہ ہر جمع جنس کے لحاظ سے مونث تصور ہوتی ہے (کل جمع مونث) .

گو دکھنی میں " عورتاں گئی " اور " کتابیں رکھی تھیں " کو " کتاباں رکھے تھے " کہا جائے گا . جمع کے اس قاعدے سے اعزازی جمع بھی مستثنیٰ نہیں ہے : " والدہ صاحبہ آئے تھے " اور " بیگم صاحبہ گئے " کہا جائے گا نہ کہ " آئی تھیں " یا " گئیں " .

ضمائر نفسی کے لیے جہاں اردو میں اپنا ' اپنے اور اپنی غائب ' مخاطب اور متکلم تینوں صیغوں میں اُس کا اور اُن کا ' تیرا ' تمہارا ' میرا اور ہمارا کی جگہ استعمال ہوتے ہیں . دکھنی میں اپنا ' اپنے اور اپنی محض تمہارا ' تمہارے اور تمہاری (صحیح دکھنی ' تمارا ' تمارے ' تماری) کی جگہ استعمال ہوتے ہیں ' مثلاً : " تمیں اپنا کام دیکھو " (تم اپنا کام کرو) " اپنی بات نیاری " (تمہاری بات اور ہے) اور " اپنے گاؤں میں کتے گھراں " (تمہارے گاؤں میں کتنے گھر ہیں ؟) . لیکن ان سب فقروں میں اپنا ' اپنے اور اپنی کی جگہ " تمارا ' تمارے اور تماری " کہنا بھی بالکل صحیح ہوگا . باقی سب حالتوں میں بدستور " اُس ' اُن (کا ' کے ' کی) ؛ تیرا ' تیرے ' تیری ؛ میرا ' میرے ' میری ؛ ہمارا ' ہمارے ' ہماری " ہی استعمال ہوتا ہے .

ایک اور بڑا اور واضح فرق اردو اور دکھنی میں علامت فاعلی (نے) کے استعمال میں نظر آتا ہے . دکھنی میں یہ علامت کسی فعل کے ساتھ استعمال نہیں ہوتی ' حالانکہ اردو میں سوا چند خاص افعال کے ہر متعدی فعل کے ساتھ اس کا استعمال ضروری ہے . قدیم اردو میں "نے" استعمال نہیں ہوتا تھا ؛ دکھنی نہایت وضع داری کے ساتھ اس قدیم طرز عمل پر اب تک کار بند ہے . اس میں شک نہیں کہ دکھنی کے شاعر اور نثر نگار کہیں کہیں "نے" استعمال کرجاتے ہیں ؛ لیکن یہ استعمال

زیادہ تر (اُردو کے لحاظ سے) بے محل اور بےجا ہوتا ہے ' مثلاً وہ یوں کہیں گے کہ " اُس نے کہی " (=اُس عورت نے کہا) یا " لوتے نے لاؤ " (=لاوتا لاؤ) ! مثال کے طور پر نواب غلام غوث خان بہادر (متوفی سنہ ۱۲۷۲ ھجری) المتخلص بہ " اعظم " نواب کرناٹک و مدراس کے اشعار ملاحظہ ہوں . [۱] یا تو وہ یوں فرماتے ہیں کہ :—

عشق میں یار کے دل اپنا لگاکر دیکھا
خوب اس شمع کو میں نے بھی جلاکر دیکھا

اور یا اُسی غزل میں یوں بھی فرماتے ہیں کہ :—

سلسلہ برق کو پہنچا ہے دل سوزاں سے
دفتر داغ کے میں نے جو اُٹھاکر دیکھا
ایک قطرے کو مرے اشک کے پہنچا نہ کبھی
تونے اے ابر کئی سیل بہا کر دیکھا

ایک اور جگہ ہے کہ :—

کیا ادا احساں زباں اس تیر مژگاں کا کرے
مارے دم ہے دل نے جس کے عہد میں منصور کا

افسر اورنگ‌آبادی کا قول [۲] ہے کہ :—

بے ہوش دیکھ یار نے افسر کو کہہ اُٹھا
اس ناتواں کے چہرے پہ چھڑکو گلاب کو

اس " نے " کے نہ ہونے کا لازمی طور پر یہ نتیجہ ہوا کہ دکھنی فقرے میں فعل ' عدد اورجنس کے لحاظ سے ' ہمیشہ اپنے فاعل کی پیروی

[۱]—" دکن میں اردو " از نصیرالدین ہاشمی ' صفحہ ۵۹ ' ۶۰ .
[۲]—ایضاً ' صفحہ ۱۰۸ .

کرتا ہے ، عام اس سے کہ مفعول عدد اور جنس کے اعتبار سے کچھ ھی ھو ، مثلاً : " میں کتاب پڑھا (مرد) یا پڑھی (عورت) " اور " میں انار کھایا (مرد) یا کھائی (عورت) " .

قدیم دکھنی کا [۱] " ھور " (اردو ، ھندی " اور ") آج کل بہت ھی کم استعمال ھوتا ھے . اس کی جگہ اب " بھی " [۲] بولا جاتا ھے ، جیسے : " میں بھی تمیں " (میں اور تم) . اس " بھی " سے ایک اور کام یہ لیا جاتا ھے کہ اسے اسم عدد کے آخر میں بڑھا کر تاکید اور تخصیص کے معنی پیدا کرتے ھیں ، جیسے : دو بھی (دونوں) ، چار بھی (چاروں) اور آٹ بھی (آٹھوں) وغیرہ .

اسمائے اعداد میں دکھنی اس امر میں اردو سے ممتاز ھے کہ گو اُس نے بیس تک کے عدد کے لیے وھی نام باقی رکھے ھیں جو اردو اور ھندی میں رائج ھیں ، مگر اس کے بعد سوا تیس ، چالیس ، پچاس ، ساٹھ...... سو کے ، باقی درمیانی عددوں کے لیے بیس پو ایک ، [۳] بیس پو دو ، بیس پو تین ، بیس پو چار...... بیس پو نو ، اور اسی طرح ھر ایک دھائی کے درمیان میں ، استعمال کرتے ھیں ؛ اور اس میں شک نہیں

---

[۱]—شاعر مجومی سنہ ۱۱۱۲ ھجری میں لکھتا ھے :

جتا حمد ھے سو خدا کوں چ ھے * ثنا ھور صفت بھی اسی کوں چ ھے
زباں ھور نظر دونوں مل یار ھو * چلے ھیں تماشے کو اک ٹھار ھو

(نصیرالدین ھاشمی کی " دکن میں اردو " صفحہ ۵۲) . اس کے علاوہ اور بہت سی مثالیں دی جاسکتی ھیں .

[۲]—اس لفظ کا ٹھیٹھ دکھنی تلفظ (اور بہت سے ھائے مخلوط کے الفاظ کی طرح) " بی " ھے ، اور " تو " (واو مجہول) " بھی " کے ساتھ مل کر بجائے " تو بھی " کے محض " تبی " کی مخفف صورت اختیار کرتا ھے ، جیسے : " کیا تبی کر لیو " (جو کچھ چاھو کر لو) .

[۳]—زیادہ سنجیدہ اور فصیح طور پر اب بجائے پو کے پر استعمال ھوتا ھے .

کہ اس قدیم سادگی نے ان ہندسوں اور عددوں کے کہنے اور سننے والوں کے لیے جو آسانی بہم پہنچائی ہے وہ اردو اور ہندی کے ناموں میں ہرگز نہیں ہے ۔

لفظ " ہیں " کا دکھنی تلفظ " ہیں " (یای معروف سے) ہے ۔ یہ لفظ جب ماضی قریب اور ماضی معطوفہ کے جمع کے صیغوں میں آتا ہے تو اسی تلفظ سے آتا ہے ، جیسے : آئے ہیں ، آکو (یا آکر) ہیں ، وغیرہ ؛ لیکن فعل حال کے جمع کے صیغے میں اس کی ہ گر جاتی ہے اور محض نون غنہ اپنے قبل کی ماقبل آخر "ت" سے مل کر ادا ہوتا ہے ، اور ت پر زبر بولا جاتا ہے ، جیسے جاتیں (=جاتے ہیں) ، آتیں (=آتے ہیں) وغیرہ ۔ اسی طرح " ہے " کی ہ بھی (فعل حال میں) گر جاتی ہے ۔ نتیجہ یہ ہے کہ جاتا ہے ، آتا ہے (وغیرہ) کا تلفظ کچھ اس طرح ادا ہوتا ہے کہ جس میں ت کی حرکت کو نہ تو محض زبر کہا جاسکتا ہے ، نہ الف ۔ تحریر میں اُسے ناقص طور پر " (جاتا ہے) اور آتے (آتا ہے) " سے ادا کیا جاسکتا ہے ؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بغیر سنے پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتا ۔ اسی وقت " ہیں " کا ذکر ہو رہا تھا ۔ اس لفظ کے اِس دکھنی تلفظ سے ہی ظاہر ہے کہ جس حالت میں یہ لفظ اکیلا ہی استعمال کیا جائے ، تو نہ صرف یہ کہ اس کا تلفظ نہایت ہی مشکل ہے ، کیوں کہ بولنے والے کو ی کے بعد صرف نون غنہ کا اظہار کرنا پڑتا ہے ، بلکہ سننے والے کو بھی پوری طرح فائدہ نہیں ہوتا ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے موقعے پر " ہیں " کی جگہ " ہے " کہنا پڑتا ہے ۔ یہ کیفیت ایک مثال سے بآسانی واضح ہوجائے گی : مثلاً " صاحب گھر میں ہیں کیا ؟ " (کیا صاحب گھر میں ہیں ؟) کے جواب میں اگر صرف " ہیں " کہنا مقصود ہو ، تو دکھنی میں " ہیں " کی جگہ " ہے " کہا جائے گا ۔ اس طرح

تلفظ کے عیب اور سماعت کی تکلیف کی وجہ سے بجائے جمع کے واحد کا صیغہ استعمال کرنا پڑتا ہے ، مگر ایسے موقعے پر " ہے " کے معنی " ہیں " (جمع) کے ہی ہوتے ہیں ۔

بعض الفاظ یا مرکبات کو مخفف کرکے بولنا دنیا کی تمام زبانوں میں رائج ہے ۔ مدراس دکن کی زبانوں میں یہ خصوصیت جس کثرت اور شدت سے تامل زبان میں پائی جاتی ہے اُس کی باقی تین بہنوں میں کم ہے ۔ جو لوگ تامل سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اُس زبان کے الفاظ کی تحریری اور تقریری صورت میں کتنا کچھ فرق پایا جاتا ہے ۔ دکھنی بھی اس خصوصیت سے مستثنیٰ نہیں ہے ۔ لیکن اُس کے تمام مخفف الفاظ میں سب سے زیادہ دلچسپ ، معنی خیز اور نہایت کثرت سے استعمال ہونے والے الفاظ کتا (=کہتا) ، کتے (=کہتے ، کہتے ہیں) کتو (=کہے تو) اور ککو (=کر کو یعنی کرکے) ہیں ۔ ان سب میں اصل صورت میں ہ اور ر کی تخفیف ہوی ہے ۔ اسی طرح جب لفظ کے آخر میں ئی ہو اور اُس سے پہلے الف ہو تو وہ الف مخفف ہوکر محض زبر ، یا الف اور زبر کے بین بین ، کی صورت اختیار کر لیتا ہے ، جیسے : چڑئی (= چڑئی ، یعنی چڑھائی—فعل یا اسم) ، کڑئی (=کڑائی ، یعنی کڑھائی) وغیرہ ۔ اسی میں فعل حال کے الف اور ی کے اُس تلفظ کو بھی شامل کرلینا چاہیے جس کا ذکر ابھی اُوپر کیا گیا ہے ۔

اُردو کا حرف تخصیص " ہی " دکھنی میں محض ایک ساکن چ کی صورت میں نظر آتا ہے ۔ یہ ساکن چ اسم ، ضمیر ، اسم عدد ، اور فعل کے آخر میں لگا دی جاتی ہے ، جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے واضح ہوگا :—

(ا)—اسموں کی مثالیں : کاغذ چ ' کھانا چ ' حسینچ ' آدمیانچ (=کاغذ ہی ' کھانا ہی ' حسین ہی ' آدمی (جمع) ہی) .

(ب)—ضمیریں یوں آتی ہیں : ووچ (= وہ ہی ' غیر جاندار کے لیے) ' اُنیچ (وہ (انسان ' واحد مرد یا عورت) ہی) ' اُنونیچ (وہ (انسان ' جمع مرد یا عورت) ہی) ' توچ (توہی) ' تمیچ (تم ہی) ' میچ (میں ہی) ' ہمیچ (ہم ہی) .

(ج)—اسمائے اعداد کی مثالیں : ایکچ ' دوچ ' آٹھچ ' سوچ (= ایک ہی ' دو ہی ' آٹھ ہی ' سو ہی) وغیرہ .

(د)—افعال کی تخصیص کی مثالیں یہ ہیں : جاتا چ نہیں (جاتا ہی نہیں) ' ماریاچ تھا (مارا ہی تھا) . عموماً ان ہی افعال کے ساتھ اس تخصیصی چ کا استعمال ہوتا ہے .

اسی طرح " کا ' کے ' کی ' کو (واو معروف سے) ' میں ' سے ' تلک (واضح ہو کہ دکھنی میں لفظ تلک اب بھی متروک نہیں ہے) ' پر (جس کی دکھنی صورت " پو " ہے) ' والا " کے آخر میں بھی یہ چ آتی ہے . اسی طرح یاں اور واں (یہاں ' وہاں) کے آخر میں بھی آتی ہے . مرکب صورت میں یہ سب الفاظ " کاچ ' کوچ ' میچ ' پوچ ' والاچ ' یانچ " (یعنی.........ہی کا ' ہی کو ' میں ہی ' ہی پر ' والا ہی ' یہیں) وغیرہ ہو جاتے ہیں .

دکھنی زبان کی ایک اور نمایاں اور دلچسپ خصوصیت یہ ہے کہ اُس میں بہت سے الفاظ میں خفیف حرکت کو اشباعی صورت میں اور

اشباعی حرکت کو خفیف صورت میں بولا جاتا ہے ' مثلاً : عربی لفظ حصیر دکھنی میں " ہاسر " اور عروس " آوس اور آرز " ہوگیا ؛ اور انگریزی لفظ سلائس (slice) محض " سلس " رہ گیا ہے !

حروف ہجا کے تلفظ کے لحاظ سے دکھنی اس امر میں اُردو سے بالکل مشابہ ہے کہ اُس میں ث ' س اور ص بالکل س کی طرح ؛ ت اور ط محض ت کی طرح ؛ ذ ' ز ' ض ' ظ سب کو ز کی طرح ؛ ع کو ہمزہ (یا الف [۱]) کی شکل میں ؛ اور ح کو ہ کی طرح ادا کیا جاتا ہے . لیکن ق کے تلفظ میں یہ فرق ہے کہ (عربی کے اچھے عالموں کے سوا) عموماً سب لوگ اُسے خ کی طرح ادا کرتے ہیں . حروف کے ناموں میں تمیز کرنے کے لیے انھوں نے یہ قابل تعریف طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ ح کو " ہے " (ہ کے زبر سے) اور ہ کو " ہے " (یای مجہول سے) کہتے ہیں ؛ اسی طرح خ کو " خے " اور ق کو " خاف " کہتے ہیں .

دکھنی زبان کے افعال میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت ماضی مطلق کی ہے ' جس کے آخری الف سے پہلے ی کا آنا ضروری ہوتا ہے ' مثلاً : کرتا سے کیا اور کریا دونوں ہیں ; بولنا سے بولیا ' رکھنا سے رکھیا ' کھولنا سے کھولیا ' ہنسنا سے ہسیا ' وغیرہ ماضی مطلق کی صورتیں ہیں . لیکن الف سے قبل کی اس ی کا تلفظ دکھنی اور پنجابی کے لیے مخصوص ہے . اس کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ نہ وہ صاف طور پر ی معلوم ہوتی ہے ' نہ محض الف ; بلکہ کچھ اس طرح پر ہے کہ

---

[۱]— میں نے یہاں الف اہل اردو کے موضوعہ مفہوم میں استعمال کیا ہے ' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود عربی میں الف محض فتحہ (زبر) کی اشباعی کیفیت کا نام ہے ' جس کے اظہار کے لیے اسے تحریر میں استعمال کیا جاتا ہے . اس لحاظ سے الف حرف ہو گیا ہے ' ورنہ وہ محض ایک حرکت ہے .

اس ی سے قبل کے حرف کو ایک خاص انداز سے هلکا سا جھٹکا دیا جاتا ھے ' جس سے ی کی ایک خفیف سی شان پیدا ھو جاتی ھے . البتہ آھستگی یا توقف اور تامل کے ساتھ بولتے ھوے یہ ی کسی قدر نمایاں ھو جاتی ھے . شعر میں جب ماضی مطلق آتا ھے ' تب بھی اس کا یہی معمولی تلفظ ھوتا ھے . بظاھر ایسا معلوم ھوتا ھے کہ اس ی کے سبب سے مصرعے کی بحر میں فرق پڑ رھا ھے یا سکتہ واقع ھو رھا ھے ; لیکن صحیح دکھنی تلفظ کیا جاے تو عموماً یہ کیفیت نہیں پیدا ھوتی . میں نے عموماً اس لیے کہا کہ دکھنی شاعر عموماً اس امر کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا کہ اُس کا مصرعہ بحر کے لحاظ سے پورا اُترتا ھے یا نہیں . مصرعوں کا بڑا یا چھوٹا ھو جانا یا اُس میں سکتہ پڑنا ایسے امور ھیں جن کو دکھنی شعرا کے ھاں کچھ زیادہ اھمیت حاصل نہیں ھے . گو یوں کہنا چاھیے کہ اس لحاظ سے دکھنی شاعر عربی طرز کی پیروی کرتا ھے ' جہاں ایک ھی شعر کے دو مصرعوں کی بحروں میں خفیف سا زحافی فرق قابل اعتراض نہیں خیال کیا جاتا . اردو اور فارسی کا شاعر اس تسامح کو نہایت تکلیف سے برداشت کرتا ھے ; وہ دکھنی اور عربی شاعر سے زیادہ تنگ دل اور بخیل ھے . خیر ' یہ تو محض ایک جملہ معترضہ تھا ' حقیقت یہ ھے کہ الف سے قبل کی ی کا ایسا تلفظ ھر موقع پر اسی طرح ادا ھوتا ھے ' اور سنسکرت کی اسی قسم کی ی سے بہت کچھ مشابہت رکھتا ھے . مثال کے لیے دکھنی شاعر غواصی [۱] کے دو شعر پیش کرتا ھوں :

سدا کسب میرا سو اخلاص کر
ترے خاص بندیاں میں ملبح خاص کر

---

[۱]—دکن میں اردو " از نصیرالدین ھاشمی ' صفحہ ۲۵ .

(اس میں بندیاں جمع ہے بندہ کی ؛ اور مئیج = مجھے) .

جو توفیق پاکر جو بولیا تمام
مبارک گھڑی میں کیا میں تمام

آج کل کے دکھنی شاعر عموماً اس خالص دکھنی ماضی مطلق اور دکھنی جمعوں سے احتراز کرتے ہیں . بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اب انہوں نے اپنے خاص محاورے میں شعر کہنا ترک کرکے اردو کو اپنے اظہار خیال کے لیے اختیار کر لیا ہے . اور اس میں شک نہیں کہ اس سعی میں وہ بہت کچھ کامیاب ہو رہے ہیں . البتہ چھوٹے طبقے کے شاعر (یا متشاعر) عام مذاق کی جو چیزیں تصنیف کرتے ہیں ' وہ اب بھی دکھنی محاورے ہی میں ہوتی ہیں . مگر ایسی تصنیفات کم ہوتی ہیں .

یہ ہے مختصر تفصیل ان چند خصوصیات کی جو دکھنی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں . چوں کہ اس مختصر تمہید میں زیادہ تفصیل کی گنجایش نہیں ہے ' اس لیے اسی پر اکتفا کرنا مناسب ہے ؛ ان پہیلیوں کے مطالعے سے دکھنی کے الفاظ اور معنی کی اور خصوصیات بھی واضح ہو جائیں گی . اس باب میں مجھے صرف ایک اور خصوصیت بیان کرنی ہے ' جس کے بغیر یہ اجمال بھی غیر مکمل رہ جاے گا ' اور وہ دکھنی کی گفتگو اور بول چال کے عام لہجے اور طرز ادا کے متعلق ہے .

دکھنی بول چال اور لہجے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُس میں ایک راگ کی سی کیفیت ہوتی ہے . یہی کیفیت اہل بہار کی گفتگو میں بھی ہے ' اور بہ نسبت دکھنی کے زیادہ لطیف ہے . جیسا کہ ہر

زبان کے لیے یہ عام قاعدہ ہے، دکھنی بولنے والوں میں عورتوں کی زبان زیادہ صحیح، لوچ دار اور پر ترنم ہوتی ہے۔ بعض بعض جگہ دکھنی لہجہ بہار کے لہجے سے مل جاتا ہے، مگر عموماً اُس سے جدا ہے۔ آواز کا یہ اُتار چڑھاؤ، گلے کا یہ استعمال کچھ دکھنیوں ہی کے لیے خاص ہے۔ اس کا اظہار تحریر میں مشکل ہے، یہ صرف سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ مختصر سی گفتگو میں تو اس کا امکان زیادہ نہیں ہے، لیکن اگر کسی دکھنی سے کافی عرصے تک (خواہ ایک ہی وقت میں ہو) گفتگو کی جائے، تو ایک اور خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ ان کے ہاں چند خاص خاص الفاظ اور جملے ہیں جو بار بار "تکیۂ کلام" کی طرح دہرائے جاتے ہیں۔ یہ "تکیۂ کلام" محض شخصی اور فردی نہیں، بلکہ کل قوم کی تقریر میں پائے جاتے ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ یہ دکھنی زبان کی حقیقی خصوصیت میں شامل ہیں۔ ایسے لفظوں اور جملوں کی ایک خاصی اچھی فہرست پیش کی جا سکتی ہے۔ ان میں سے اکثر یہ ہیں :—

"سو؛ کیا! کیا کتو (= کیا کہے تو؛ یعنی، میری مراد یہ ہے کہ)؛ مالوم؟ (= معلوم؛ معلوم ہے؟، سمجھے؟)؛ رھکّر (اس میں رھ بالکل اُسی طرح مخلوط ہے جیسے اچھا میں چھ، یا پھر میں پھ— دکھنی "رہ کو" = تب، پھر)؛ کَکو (= دکھنی "کر کو" = کرکے)؛ ککو بول کو (=ایسا کہہ کے، کرکے—ایسا سوچنے، سمجھنے یا کرنے کے بعد یا ایسا سمجھتے ہوے)؛ ہے نا (= ہے نہ—چوں کہ یہ بات اس طرح پر یا یوں ہے، ایسا ہوتے ہوے، ایسی صورت یا حالت میں)؛ بعد ہے نا (= بعد ہے نا — اس کے بعد، پھر، پھر کیا ہوا، پھر یہ ہوا کہ)؛ ہوگا (= ہو گیا — خیر یہ تو ہوا، یہاں تک

تو یہ ہوا) ؛ کہا بولے تو (== یعنی ' سمجھے ' میرا مطلب یہ ھے کہ) '
وغیرہ - یہ الفاظ اور جملے وہ ھیں جو ' جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا '
عموماً ھر دکھنی میں گفتگو کرنے والے کی بات چیت میں سنے جاتے ھیں '
ان کے علاوہ شخصی '' تکیۂ کلام '' کا تو ھر شخص مجاز ھے اور اُس کا
احاطہ نا ممکن . لیکن عجیب تر امر یہ ھے کہ یہ سب الفاظ وغیرہ اس
قدر شد و مد اور ایسی کثرت کے ساتھ استعمال ھوتے ھیں ' اور ان کی
وجہ سے تقریر ایسی غیر ضروری طور پر طویل ھو جاتی ھے کہ غیر دکھنی
سننے والا تھوڑی ھی دیر میں عاجز ھونے لگتا ھے . ایک چھوٹی سی بات '
جو بمشکل تین منٹ میں ادا ھو سکتی ھے ' ایک ٹھیٹھ دکھنی بولنے
والے کے منہ میں پہنچ کر ضرور کم سے کم دس منٹ میں ادا ھوتی ھے .
وہ بولتے بولتے بار بار کچھ تامل کرتا ھے ' اور ان الفاظ میں سے کسی سے
(حسب موقع) مدد لے کر پھر آگے بڑھتا ھے ' اور اس طرح ایک تھکا دینے
والے طول سے کام لینے کے بعد کہیں اپنی تقریر ختم کرتا ھے . اُس کی
تقریر سننے کے دوران میں سننے والے کو کچھ ایسا محسوس ھوا کرتا ھے
کہ بولنے والے کے پاس اپنے خیال کے اظہار کے لیے کافی اور مناسب الفاظ
نہیں ھیں ' اور وہ اُن کو تلاش کرکے استعمال کرنے کے لیے بار بار چند
دقیقوں کے لیے ان تکیہ کلامی لفظوں سے مدد لینے پر مجبور ھو جاتا ھے .
جہاں تک میں اس عجیب و غریب امر پر غور کرسکا ' اور جہاں تک میں
نے اس کا اندازہ کیا ' مجھے یہی معلوم ھوا کہ دکھنی زبان میں الفاظ کی
تعداد واقعی محدود اور ھر قسم کی ضروریات کے لیے ناکافی ھے . یہ کہنا
تو کسی طرح صحیح نہیں معلوم ھوتا کہ دکھنی زبان میں الفاظ ھمیشہ
سے ناکافی تھے ' کیوں کہ قدیم دکھنی شاعروں اور نثر نگار مصنفوں کی
تحریریں دیکھنے سے معلوم ھوتا ھے کہ وہ لوگ قریب قریب ھر نوع کے

خیال کے اظہار کی قوت رکھتے تھے . لیکن اب یہ حال ہے کہ دکھنی بولنے والوں میں ایسے افراد روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں جو " عاقل نظر بند " اور " عالم پناہ " جیسے مقبول عام دکھنی قصوں کی زبان کو پوری طرح سمجھ سکیں . البتہ پرانے بوڑھے اور بوڑھیاں ' جو اب تک موجود ہیں ' اور کم سواد یا جاہل لوگ ضرور ان پرانے محاوروں اور الفاظ سے آشنا ہیں اور ان منظوم قصوں کو (بہ نسبت تعلیم یافتہ لوگوں کے) زیادہ آسانی اور خوبی سے سمجھ سکتے ہیں . یہی سبب ہے کہ یہ قصے زیادہ تر ایسے ہی کم سواد لوگوں اور عورتوں میں زیادہ مقبول ہیں ' اور نہایت شوق و ذوق سے پڑھے جاتے ہیں .

اس کے دو ہی سبب ہوسکتے ہیں : ایک تو یہ کہ اِدھر ایک صدی یا اس سے کچھ ہی زائد عرصے سے مدراس دکن میں فارسی کا زیادہ دور دورہ رہا . انگریزوں کی آمد کے وقت اُسی کا زیادہ زور تھا ' اور لکھے پڑھے لوگ عموماً دکھنی کی طرف راغب نہ تھے ؛ دوسرے یہ کہ خود دکھنی بولنے اور لکھنے والے اُس کی طرف سے ایسے بے غرض اور لاپرواہ سے ہو گئے ' اور اب بھی ہیں ' اور دوسری زبانوں (بالخصوص اُردو) اور اُن کے محاورے کے استعمال میں مصروف اور غرق ہو کر اپنی زبان اور اپنے محاورے کی پرداخت سے ایسے غافل ہیں کہ بولتے وقت اُن کو الفاظ تلاش کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے . اور اس ضرورت کو وہ اس طرح رفع کرتے ہیں کہ اپنی گفتگو کے درمیان میں ان مذکور لفظوں اور جملوں کو بار بار استعمال کر کے تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں . ادھر جب سے حیدرآباد دکن میں عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوی ہے ' اور اُس نے اُردو زبان کو اپنے نصاب تعلیم کے لیے واحد ذریعہ قرار دے دیا ہے ' اس نے نہ صرف ممالک محروسہ سرکار نظام میں بلکہ مدراس دکن کے دکھنیوں میں بھی اُردو کی ایک نئی

روح پھونک دی ھے ؛ اور یہ روح ھر دکھنی کی تقریر اور تحریر میں کار فرما نظر آرھی ھے . یہ ناممکن ھے کہ اس نئی روح اور اُس کی کیفیت سے ھر تعلیم یافتہ دکھنی متاثر نہ ھو . اور اس کا ایک بدیہی نتیجہ یہ بھی ھے کہ '' دکھنی '' محاورہ اب نہایت سرعت کے ساتھ اپنی زندگی کے دن ختم کرے اور بالآخر اپنا چولا بدل کر وھی شکل اختیار کرلے جو یہ جدید رو اُسے اختیار کرنے پر مجبور کرے . ایسی صورت میں یہ امر نہایت ضروری ھے کہ اس قدیم زبان کے آثار کو ایک مستقل اور پیہم کوشش کے ذریعے کم از کم کتابوں کے اوراق ھی میں محفوظ کردیا جائے . جامعۂ عثمانیہ کے ھونہار طیلسانیوں نے یہ کام نہایت جوش اور خوش اسلوبی سے شروع کردیا ھے ، اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی تحریروں سے اپنے ملک اور اپنی قدیمی زبان کی بہت بڑی خدمت کر رھے ھیں . ان کی نگاہ لطف سے مدراس دکھنی بالکل محروم تو نہیں ؛ لیکن حق یہ ھے کہ انہوں نے اس طرف اب تک کافی توجہ نہیں کی ھے . اصل یہ ھے کہ یہ کام خود مدراس دکن کے نوجوانوں کا ھے ؛ اور آثار ایسے ھیں کہ وہ بہت جلد اس طرف متوجہ ھوں گے .

ھر قوم کی ھستی کا احساس کرنے اور اُس کی زندگی کی کیفیتوں کو سمجھنے میں اس کی تاریخ کے علاوہ اُس کی روایات ، اُس کی زبان ، اُس کے قصے اور گیت ، اُس کی کہاوتیں ، مثلیں اور پہیلیاں بھی بہت کچھ مدد دیتی ھیں . آئندہ صفحوں میں دکھنی زبان کی پہیلیوں کا ایک مجموعہ پیش کیا جاتا ھے ، جس سے دکھنی قوم اور اُس کی زبان پر خاصی روشنی پڑتی ھے .

دکھنی میں پہیلی کو '' مسلا '' (عربی : مسئلہ) کہتے ھیں ، اور اُس کی جمع مسلے آتی ھے . دنیا کی اور سب زبانوں کی طرح دکھنی مسلے

بھی بالکل سادہ اور روز مرہ محاورے میں ہیں . یہ اُن بڑی بوڑھیوں کی زبان ہے ' جو ہر روز شب کو سونے سے پہلے اپنے پوتا پوتیوں اور نواسا نواسیوں کے ایک جھرمٹ میں بیٹھ کر پہیلیاں کہا کرتی ہیں ' اور اس طرح نہ صرف اُن کے لیے ایک دلبستگی کا سامان فراہم کرکے وقت کو ہنسی خوشی میں گزارتی ہیں بلکہ ان کی عقل و دانش بھی بڑھاتی ہیں ؛ اور وہ معصوم اِن پہیلیوں کو بوجھنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے جلدی جلدی اور نہایت جوش اور وثوق کے ساتھ جواب دیتے اور آپس میں جھگڑتے جاتے ہیں . یہ صحیح ہے کہ اِن پہیلیوں کی زبان اور محاورہ ایسا چست اور منجھا ہوا نہیں ہے جیسا کہ اُردو کی پہیلیوں کا ہوتا ہے . کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کا مقابلہ ہی کیوں کیا جاے ؛ ہر ایک زبان کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں ' جو اُس کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں ' اور انہیں خصوصیات کے لحاظ سے یہ مطالعہ ہونا چاہیے . یہ کہنا بےجا تو نہیں ہے ' لیکن ان پہیلیوں کے مطالعے سے ضرور اس امر کا احساس ہوتا ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ ان کی زبان اس سے زیادہ چست اور مربوط ہوتی . پہیلیوں کی عام شان اِن دکھنی مسلوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ان میں اکثر قافیے سے کام لیا گیا ہے . لیکن اُس میں بھی اُسی شکایت کا موقع باقی ہے کہ جا بجا اس قافیہ پیمائی میں بہت کچھ ڈھیل ہے ' چستی کی کمی ہے . توریہ اور ذومعنی الفاظ کا استعمال بھی موجود ہے ' لیکن زیادہ نہیں ہے . اس کا یہ سبب نہ سمجھنا چاہیے کہ دکھنی میں ایسے الفاظ کا ذخیرہ نہیں ہے جو توریہ اور ایہام کے طور پر استعمال ہو سکیں ؛ بلکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دکھنی پہیلیاں بنانے والے اس کو تعقید اور گنجھلک شمار کرکے زیادہ تر نظر انداز کر جاتے ہیں . ایک اور خصوصیت جو ان پہیلیوں میں نظر آے گی وہ یہ ہے کہ اکثر پہیلیوں میں ایک ہی بات کو دہرایا گیا ہے ' اور محض خفیف تبدیلی کے ساتھ وہی بات

بار بار کہی گئی ہے . جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے ' دکھنی زبان اور اُس کی طرز ادا کی یہی کیفیت ہے کہ اُس میں تکرار زیادہ ہے ' اور یہی کیفیت ان پہیلیوں میں پائی جاتی ہے .

بہت ممکن ہے کہ بعض پہیلیوں کے متعلق پڑھنے والے یہ اعتراض کریں کہ اُن کی زبان یا اُن کا مضمون' یا طرز ادا ایسا نہیں ہے جسے پورے طور پر سنجیدہ یا مہذب کہا جاسکے . مجھے تسلیم ہے کہ ایسی پہیلیاں ضرور اس مجموعے میں موجود ہیں . اور اس کی دو صورتیں ہیں : یا تو سادہ یا ذومعنی الفاظ میں اس نوع کی باتیں کہی گئی ہیں : یا ایک مہمل سی بد دعا اور کوسنے کے انداز میں . پہلی صورت کے متعلق مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ مجھے خود بھی حیرت ہے کہ بچوں سے اس قسم کی باتیں کیوں کی جاتی ہیں جو تہذیب اور متانت سے گری ہوی ہوں؛ کیوں کہ اس حقیقت سے تو کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ پہیلیاں اصل میں بچوں ہی کے کان اور ذہن کے لیے وضع ہوتی ہیں نہ کہ عمر رسیدہ لوگوں کے لیے . حق یہ ہے کہ میں نے اس انتخاب میں اور بہت سی ایسی پہیلیوں کو حذف کر دیا ہے جن پر یہی الزام آسکتا تھا ' اور جو اس مجموعے میں شامل ہیں وہ بلا شبہہ کم ضرر ہیں اور انداز بیان میں بہت کچھ متین ہیں . رہی دوسری صورت ' یعنی بددعا اور کوسنے کا انداز ' اس کی ایک صاف وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح سننے والوں کو پست ہمتی سے روکنا اور معقول غور کے بعد جواب دینے پر برانگیختہ کرنا مقصود ہے اور بس . تاہم ایسی پہیلیوں کو پڑھنے اور سننے کے بعد لامحالہ یہ خیال آتا ہے کہ کیا اچھا ہوتا کہ معصوم ذہنوں کو اس لغویت اور تشدد سے محفوظ ہی رکھا جاتا . میں نے ایسی پہیلیوں کو اس مجموعے میں اس خیال سے شامل رہنے دیا ہے کہ دکھنی مسلوں کی یہ

ایک شان بھی نگاہ سے اوجھل نہ ہونے پاے . اس مجموعے میں ایسی پہیلیاں بھی ہیں، جن کو پڑھنے اور اُن پر غور کرنے کے بعد بھی کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتے ، کیوں کہ اصل میں ان کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں ، مگر یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ یہ پہیلی فلاں مضمون کی ہے اور اس کی بوجھ یہ ہے ! اس طرح ایسی پہیلیاں بالکل چیستان در چیستان ہوکے رہ گئی ہوں . میں نے ان کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے، مگر ایسے مقامات کے لیے ، کہ جہاں میں ان کے مطلب کو سمجھنے سے قاصر رہا ہوں ، سوا معافی کی خواستگاری کے اور کیا عرض کر سکتا ہوں . ممکن ہے کہ پڑھنے والے ان کو حل کرسکیں . میں اس بارے میں اپنے شرح صدر کا منتظر رہوں گا .

بہر حال اس مجموعۂ لغز کے مطالعے سے ان پہیلیوں کی عام دل کشی اور دل آویزی کا اندازہ ہوگا ، اور اگر کہیں کوئی چیستان پڑھنے والے کی طبع نازک کو ناگوار بھی گزرے تو کم از کم اس بنا پر ضرور معافی کے قابل ہوگی کہ یہ چیزیں عالم فاضل لوگوں اور بڑے بزرگوں کے لیے نہیں ہیں ، نہ وہ اس کا موضوع ہیں اور نہ خاص طور پر ان کے کانوں کے لیے بنی ہیں . ان سے روزانہ لطف اندوز ہونے والے زیادہ تر اور عمومی طور پر عورتیں اور بچے ہیں ، اور چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لیے زیادہ نفاست اور نازک خیالی کی نہ صرف یہ کہ ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ لطافت کی خوبیاں اور باریکیاں ان کی نازک طبیعتوں کی نسبت سے بھی اور وقت کے لحاظ سے بھی کچھ زیادہ مناسب نہیں ہیں . یہ پہیلیاں دکھن (بلکہ صحیح تر ، مدراس دکھن) کے بچوں ، ان کی بوڑھی دادیوں ، اور ان کی سادہ لوح ماماؤں اور کھلائیوں کے مزاج اور طبیعت کی سادگی اور معصومیت کی آئینہ دار ہیں . ان کے مطالعے

سے وهاں کے باشندوں کے اوضاع و اطوار ' خیالات و افکار اور تفریحی مشاغل کے متعلق آسانی سے ایسی معلومات حاصل هوتی هیں' جن کے لیے ایک طویل زمانے کی محنت اور کتب خانوں کی کوہ کنی درکار هے . ان پہیلیوں کی قدر و قیمت کی اهمیت اس لحاظ سے اور بهی زیادہ هوجاتی هے کہ ان میں دکهن کی هندوستانی بولی اپنے اصلی رنگ روپ میں نظر آتی هے ' اور زبان کی نزاکتیں ' لطافتیں ' باریکیاں اور توڑ موڑ اپنے حقیقی انداز اور رنگ میں جلوہ گر هیں . غالباً یہ کہنا بےجا نہ هوگا کہ اهل دکن کے اوضاع و اطوار اور معاشری حالات اور کوائف کا مطالعہ ان پہیلیوں کے مطالعے کے بغیر مکمل نہیں هوسکتا . بهرکیف مجهے یقین هے کہ یہ مجموعہ هر پڑهنے والے کے لیے کسي نہ کسي نوع کي دلچسپي کا سامان ضرور بہم پہنچا سکے گا . اس مختصر پیشکش کے لیے یہي فوز عظیم هے کہ یہ تفریح اور بصیرت دونوں کے لیے معاون ثابت هو .

اب صرف ایک اور ضروری امر یہ عرض کرنا باقي هے کہ اس مجموعے میں شروع سے آخر تک هر جگہ میں نے یہ کوشش کی هے کہ تمام الفاظ خالص دکهنی لہجے میں ادا هوں . عربی فارسی وغیرہ زبانوں کے الفاظ کو جس طرح اهل دکن کی زبان اور کام و دهن ادا کرتے هیں ' بالکل اسی طرح ان صفحات میں درج کیا هے ؛ کسی جگہ ان کے تلفظ میں تصرف نہیں کیا .

پہیلیوں کی تقسیم اور تبویب مضمون کے لحاظ سے کي گئی هے . هر پہیلی کی بوجه پہیلی کے بعد هی دے دی گئي هے . بعض پہیلیوں کے آخر میں فائدے کے ذیل میں بعض ایسے امور کی تشریح اور توضیح کر دی گئی هے ' جن کے سمجه لینے سے پہیلی کا پورا لطف حاصل

ہوجاتا ہے ۔ خالص دکھنی الفاظ کی وضاحت کے لیے سب سے آخر میں ایک فرہنگ بھی دی گئی ہے ۔

آخر میں مجھے اپنے ان مکرم احباب کا شکریہ ادا کرنا ہے جن کی وساطت اور مدد ان پہیلیوں کے جمع کرنے اور بعض دقیق اور نازک مقامات کی تشریح میں شامل حال رہی ہے ۔ جناب حکیم محمد غوث صاحب کا احسان سب سے زیادہ ہے ۔ جناب حکیم محمد فہاث صاحب نیلوری ، اور جناب سید محمد قاسم صاحب (جو اُن دنوں شہر مدراس میں پولیس کے ڈپٹی کمشنر تھے) اب اس دنیائے آب و گل کی قیود سے آزاد ہیں ؛ مگر مجھے یقین ہے کہ ان کی پاک روحیں میرے اظہار شکر کو قبول فرمائیں گی ۔

پہلی فصل

قرآن

(۱) سفید رکھابی کالے چنے ' جن کے نصیب اُنوں چُنے ۔

[خُران - قران

سفید رکابی (رکھابی) کاغذ ھے ' اور کالے چنے الفاظ ھیں جو سیاہ روشنائی سے لکھے ھوے ھیں ۔ ان چنوں کو چنّنے والا بڑا صاحب نصیب اور خوش قسمت ھے ۔ اگر لفظ '' نصیب '' نہ ہوتا تو یہ پہیلی ھر قسم کی لکھی ھوی چیز کے معنی میں آ سکتی تھی ۔ حق تو یہ ھے کہ ھر قسم کی لکھائی کو پڑھنے اور سمجھنے والا خوش نصیب ھے ۔

(۲) اُجلی زمین کالے دانے ' ھات سے پھرتے منہ سے اُٹھاتے ۔

[قرآن ۔

سفید (اجلی) زمین میں کالے دانے وھی سفید کاغذ پر سیاہ رنگ کی تحریر ھے ۔ یہ دانے ھاتھ سے بوئے جاتے ھیں (پھرتے) اور مُنہ سے اُٹھائے جاتے ھیں - اس پہیلی سے بھی عام تحریر اور پڑھ سکنے کی قابلیت کا مفہوم نکلتا ھے ۔

(۳) پیک جناور ھر' چار پاواں تیس پر ۔

[قرآن اور رحل

قرآن اور رحل دونوں کو مجموعی طور پر ایک جانور (پیک جناور) سے تشبیہ دی گئی ھے - چار پاؤں (پاواں) رحل کے چار پائے ھیں ؛ اور تیس پَر سے قرآن کے تیس پارے مراد ھیں ۔

اسی مضمون اور اسی اسلوب کی ایک پہیلی ہمارے ہاں یوں ھے :

'' ایک گھوڑا تیس سوار ' دیکھنے والا برخوردار .''

(۴) ییک نر ' تیس پَر . جانے سو لوگ جانے نیں ' جانے سو گدے سے بھتر .

[قرآن

قرآن کو نر سے غالباً اس لئے تشبیہ دی گئی ھے کہ لفظ قرآن مذکر اسم ھے - جاننے والے بھی اس کی حقیقت اور عظمت سے پوری طرح واقف نہیں (نَیں) ھیں ؛ البتہ جو لوگ اسے کچھ بھی جانتے ھیں وہ گدھے (گدے) یعنی جانوروں سے ضرور بہتر ھیں - دوسرے فقرے کے پہلے حصے میں اثبات اور نفی کو جمع کرکے پہیلی کی شان پیدا کردی گئی ھے -

دوسری فصل

جان ' جینا اور مرنا ' عقل

(۵) سنّے کا پنجرا ' سنّے کی کِیلیاں . جگتیں بِلّیاں ' نکلتے توتا .

[جان ' روح

فائدہ : جگتیں=جگتی ھیں ' جاگتی ھیں . نکلتے = نکلتا ھے .

سنہری (سنّے کا) پنجرہ انسان کا جسم ھے ' اور سنہری کنجیاں (کیلیاں) روح ھے ' جسے آگے چل کر توتے سے تشبیہ دی گئی ھے .

(۶) جب ھمیں گُل تھے میاں ' لگتے ھزاراں کے گلے . جب ھمیں خار ھوے ' سوب سے نِخالص بھلے .

[روح

فائدہ : ھمیں = ھم . ھزاراں = ھزاروں . سوب = سب . نخالص= الگ تھلگ ' جدا ' دور .

(۷) گھر ہے دروازا نہَیں ، پڑوس ہے بات نہیں .

[خبر - قبر

(۸) آھا ، پِیا کیا کام کیا ! جنگل میں ڈیرا کیا . کُچھ آس نہیں کُچھ پاس نہَیں ، کچّی کلی میں باس نہیں . ایسا جناور گھات کا ، لے کو گیا میرے ھات کا . چِنتا لگا بات کا ، جَگتیوں ساری رات کا !

[موت ، قبر

فائدہ : آھا تاسف کا کلمہ ہے ، آہ آہ - کچ = کچھ ، لے کو گیا = لے کر چلا گیا ، چھین لے گیا . جگتیوں = جگتی ہوں ، جاگتی ہوں . چنتا دکھنی محاورے میں مذکر ہے .

مضمون صاف ہے . ایک عورت کے منہ سے اس کے شوہر کے مرنے اور آبادی سے دور دفن ہونے اور اس سبب سے اس بدنصیب کی شب بیداری اور بیقراری کا ذکر ہے .

(۹) آسمان اُتّا پھل زمین اُتّے توکرے میں رکھ لے کو نام نہں سو گاؤں کو لے کو گئی تو موُں نہَیں سو آدمی کھا لیا .

[عقل

پہیلی کہنے والی کہتی ہے کہ آسمان کے برابر (اُتّا) ایک پھل تھا - میں اُسے زمین کے برابر (اُتّے) توکرے میں رکھ کے ایک ایسے گاؤں کو لے گئی جس کا کچھ نام نہیں تھا - وھاں اس پھل کو ایک ایسا آدمی کھا گیا جس کے منہ (موں) نہیں تھا - ظاہر ہے کہ ایسی چیز ، جو زمین آسمان سب پر حاوی ہو ، عقل کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے -

تیسری فصل

انسان ، اس کے اعضاء اور متعلقات

---

(۱۰) پیٹ خالی ، دوسرے میں کیوں بھرا وو آب ھے
جھاڑ کے اپّر جو ھمدم وو بڑا تالاب ھے

[ادمی کا آنگ ۔ آدمی کا جسم

پہلے مصرعے میں جسم کے دو حصے تصور کئے گئے ہیں : ایک (پیٹ) ، یعنی نیچے کے دھڑ کو خالی اور دوسرے ، یعنی اوپر کے دھڑ کو (غالباً پیٹ اور اس کے اندر کی کیفیت کے لحاظ سے) پانی سے بھرا ہوا کہا گیا ھے - کیوں (کیسا کچھ، کس قدر) تعریف اور استعجاب کا کلمہ ھے ۔ دوسرے مصرعے میں جسم کو درخت (جھاڑ) سے ، اور سر کو بڑے سے تالاب سے تشبیہ دی ھے ۔

(۱۱) ھے نہاں اللہ محمد پیک سَو ھور تین میں !

کھول کر بولوں تو میں رخنا پڑیں گا دین میں !

[آدمی کا جسم

پہلے مصرعے میں اللہ اور محمد کا ایک سو تین میں جمع ہونا بتایا ھے ، جس سے مراد یہ ھے کہ اللہ اور محمد کے ، بہ حساب جمل ، ۱۰۳ عدد ہوتے ہیں ۔ یہ حساب یوں ھے : اللہ ہو ۔ ۱۱ ، محمد ۹۲ ؛ کل ۱۰۳ اسی طرح لفظ جسم کے بھی بھی ۱۰۳ عدد ہیں (ج + س + م = ۳ + ۶۰ + ۴۰ = ۱۰۳) . دوسرے مصرعے میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ھے کہ اگر ۱۰۳ کو کھول کر بیان کر دیا جائے ، یعنی "جسم" کہہ دیا جاے تو

دین (اسلام) میں رخنہ پڑے گا (پڑیں گا) ' کیوں کہ ایسا کرنے سے اللہ کے لئے جو جسمانیت سے مبرا اور منزہ ہے ' جسم ثابت ہو جاے گا !

(۱۲) ییک کنول کا پھول : کَبی آدا ' کبی سارا ؛ کھیں ہے ' کھیں نیں ۔

[ماں باپ

ایک کنول کے پھول سے ماں باپ کی مجموعی حیثیت کا بیان منظور ہے ۔ کبھی (کبی) یہ پھول آدھا (آدا) ہوتا ہے اور کبھی سارا ' یعنی کسي کے ماں باپ میں سے صرف ایک ھي فرد (آدھا) زندہ ہوتا ہے اور کسی کے دونوں ہوتے ہیں ۔ اسی طرح ' کھیں تو دونوں باپ ہوتے ہیں ' اور کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بھی نہیں (نیں) ہوتا ' یعنی کوئی بن ماں باپ کا (یتیم) ہی ہوتا ہے ۔

اس پہیلی کی ایک اور صورت (۱۳) ہے - اہل بہار کے ہاں بھی ماں باپ کی ایک پہیلي میں قریب قریب یہی الفاظ ہیں - ان کی پہیلي یوں ہے :-

'' گلاب رے گلاب ' گلاب کا پھول ۔ کسی کو سموچا ' کسی کو آدھا ' کسی کو ٹکڑا ؛ کسی کو کچھ بھی نہیں ۔''

(۱۳) پھول میں پھول مہا پھول ؛ کسی کو ہے ' کسی کو نَیں ' کسی کو ییک ' کسی کو دو ۔

[ماں باپ

(۱۴) بھائی رے ' بھائي کلّے رے ! تو میرا مرد ' میں تیري جورو ' شکار کو جائیں گے ' چل رے !

[چار ادمیاں - چار آدمي

فائدہ : مرد میں م اور ر مفتوح ہے ۔

اس میں صرف یہ بھید ہے کہ چار آدمی صاف صاف بتلائے گئے ہیں: "تو، میرا خاوند (مرد)"، "میں اور تمہاری بی بی (جورو)"۔ ان الفاظ کے جلدی جلدی ادا ہونے سے ایک لطیف سا بھید بن جاتا ہے "للّٰہ" مخاطب کا ایک فرضی نام ہے۔

(۱۵) دریا کنارے کوٹری تھی محبوب نو برس کی
تسلیم کر کو پوچھا " اے دل ربا تو کس کی ؟"

[ھلکی کی پتلی۔ آنکھ کی پتلی

پتلی کو "نو برس کی محبوبہ" اس رو سے کہا گیا کہ وہ چھوٹی سی ہوتی ہے۔

(۱۶) ایک کوڑی، پچاس جوڑی۔

[دانتان، دانت

پچاس جوڑی سے مراد ایک سو نہیں بلکہ محض پچاس ہی ہے۔ پچاس میں ایک کوڑی (۲۰) کو جمع نہیں کیا جائے گا بلکہ پچاس سے ۲۰ کو منہا کیا جائے گا۔ اس طرح ۳۰ کا عدد حاصل ہوتا ہے، جو دانتوں کی مشہور عام تعداد یعنی ۳۲ کے لگ بھگ ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ دانتوں کا اور کچھ پتہ نشان نہیں دیا گیا۔

(۱۷) اُوپر دھابا، نیچے دھابا، بیچ میں بیٹھی کٹالی خالہ۔

[جیبھ، زبان

زبان کو کٹالی اس لئے کہا گیا کہ وہ بولنے میں کام آتی ہے اور اکثر اِدھر کی اُدھر لگائی بجھائی کرتی رہتی ہے؛ اور وہ قحبہ (خالہ) اس لئے ہے کہ وہ اپنے میٹھے میٹھے بول سے، اس قماش کی عورتوں کی طرح، اوروں کا دل موہ لیتی، انہیں اپنے بس میں کر لیتی ہے۔ تشبیہ کو پورا کرنے کے لئے

یہ
اور
کیر
مصر
دی

بتایا ہے
عدد ہوتے
۳+۱ اسی
۳ + ۹۰
اگر ۳+۱ کو

زبان کو (منہ کے مکان کی) درمیانی منزل میں (جہاں ایک دھابا اوپر ھے اور ایک دھابا نیچے) بٹھا دیا گیا ھے .

(۱۸) آتّا سری کا آنگن ' اُس میں لگے ہیں چار بینگن .

[ھتیلی بی اُنگلیاں . ھتھیلی اور انگلیاں

ھتھیلی کو ایک چھوٹے سے (اتا سری کا) صحن سے اور انگلیوں کو بینگنوں سے تشبیہ دی گئی ھے . اس پہیلی میں یہ سقم ھے کہ انگلیوں کی تعداد بجائے پانچ کے چار بتائی گئی ھے . بینگن اہل مدراس کو نہایت دوجہ مرغوب ھے . یہ ترکاری بارہ مہینے تیس دن برابر دستیاب ہوتی ھے ' اور شاید ھی کوئی دن کسی گھر میں خالی جاتا ہوگا جب بینگن نہ پکتے ہوں .

(۱۹) دھوئے دھائے ' پھودے میں بھائے .

[پاواں بی جوتا . پاؤں اور جوتا

پاؤں دھوئے دھائے جاتے ہیں ' اور ایک نرم سی چیز (پھودا) میں ڈال دئیے (بھائے) جاتے ہیں .

(۲۰) بڑی مسجد کے دو مُنارے . خازی ساب کُو پٹک کو مارے .

[ناک کا ریلمت . ریٹھ

ناک کو بلندی کے لحاظ سے بڑی مسجد سے ' اور دونوں نتھنوں کو دو میناروں (منارے) سے تشبیہ دی گئی ھے . اس مسجد میں سے قاضی صاحب (خازی ساب) نکلتے ہیں ' جن کو زمین پر پٹک دیا جاتا ھے .

(۲۱) یپک مسجد، دو خانے۔ مُلّا آتے پڑ جانے۔

[ناک کا ریلٹ

یہ پہیلی اوپر والی پہیلی سے مماثل ہے، ایک زرا سا فرق یہ ہے کہ اس میں قاضی صاحب کی جگہ ملا صاحب جلوہ گر ہیں، جو اندر سے محض گر پڑنے یا ٹپک پڑنے ہی کے لیے باہر آتے ہیں۔ قاضی اور ملا کی اس عجیب و غریب تشبیہ میں غالباً وہی احساس ارادت کارفرما ہے، جو فارسی اور اردو شاعروں کے دیوانوں میں عشاق اور ان بزرگوں کے مابین اکثر سننے میں آیا کرتا ہے!

چوتھی فصل

گھر، گھر کا سامان، برتن وغیرہ

---

(۲۲) دو جُوانا مرگاں کھڑے تھے، دو جوانا مرگاں پڑے تھے، دو مُنڈی کٹرے دھوڑتے تھے۔

[دروازا بی کواڑاں۔ دروازہ اور کواڑ

جوانا مرگ دکھنی میں مجازی طور پر تین معنوں میں آتا ہے: (۱) طاقتور، توانا، مضبوط جوان، (۲) بددعا کے طور پر، اور (۳) بچوں کے لیے انتہائی لطف و محبت کا کلمہ۔ یہاں سب سے پہلے معنی میں (جمع کے صیغے میں) آیا ہے۔ اسی طرح منڈی کٹرے (سر کٹے) بھی بددعا اور پیار کا کلمہ ہے۔ دو کھڑے اور دو پڑے سے چوکھٹ مراد ہے، اور دو جو دوڑتے (دھوڑتے) ہیں وہ کواڑ ہیں۔

ہمارے ہاں بھی دو پہیلیاں اسی نہج پر ہیں ۔ دونوں میں کواڑوں کو آدمیوں سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ ایک پہیلی یوں ہے :—

" ادھر سے آئی جاٹنی ' ادھر سے آیا جاٹ ۔ دونوں ایسے مل گئے جیسے چکی کا پاٹ ۔"

دوسری کہہ مکری ہے :—

" دو پرکھ، آپ آپ کو تھاڈے ۔ جب ملیں جب نت کے گاڈے ۔

چٹرا ہووے سو چٹ پٹ بوجھے ۔ مورکھ کو گھر بار نہ سوجھے ۔ "

(۲۳) جھاڑ تو جھکّڑ ' پھول تو پھکّڑ ' نام تو کیکر ۔ کے رات کُو ملتے ' دن کُو کھلتے ۔ یے تماشا کئے ؟

[دروازا ' کواڑاں

فائدہ : کے (ک مفتوح) ' کئی ۔ کئے ' کیسا ۔ یے ' یہ ۔

درخت (جھاڑ) کی تشبیہ اور اسی مناسبت سے کیکر (ببول) کا نام غالباً کواڑوں کی بلندی کی بناء پر ہے ۔ اصل پہیلی دوسرے فقرے میں مرکوز ہے ' جس میں کواڑوں کا رات کو ملنا اور دن کو کھلنا بیان ہوا ہے ۔

(۲۴) سوتے سوتے ڈال لے کو پڑے ۔

[آغّل ۔ چٹکنی

فائدہ : اغل ڈالنا ' چٹکنی لگانا ۔

قاعدے کی بات ہے کہ رات کو سونے کے لیے جانے سے پہلے مکان کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے ۔ اس لیے کہا گیا کہ چٹکنی لگا کر (ڈال لے کو ' ڈال کر) جا کے سوتے ۔

(۲۵) اَلٹھے باون سدّے باون ' باون باون باون گیر . میرا مسلا نَیں بُوجے تو ھشر میں ھوں گی داون گیر .

[کویلیاں . کھپریل کے کھپرے

فائدہ : باون ' ۵۲ . باون گیر مہمل ھے اور داون گیر (دامن گیر) سے تُک ملانے کے لئے رکھا گیا ھے .

الٹے (الٹھے) اور سیدھے (سدے) ھر طرح باون ھی باون (یعنی بے شمار) ھوتے ھیں . کھلنے والی دھمکی دیتی ھے کہ اگر میری پہیلی (مسلا) نہ بوجھوگے تو میں حشر (ھشر) کے دن دامن گیر ھوں گی .

(۲۶) دن کُو سات سَو سُہولیاں ' رات کُو ییک سُہولی .

[باوڑی . باؤلی ' کواں

فائدہ : سھولی ' سھیلی . مدراسی دکھنی میں پچیس ' ستر اور سات سو کے عدد عموماً ان گنت ' بے شمار کے مفہوم میں استعمال ھوتے ھیں .

دن کے وقت کی ان گنت سھیلیوں سے پانی بھرنے والے (والیاں) مراد ھیں . رات کو صرف ایک سھیلي رہ جاتی ھے ' یعنی خود کواں اکیلا ھوتا ھے .

اس پہیلی کی ایک اور صورت ھے ' جس میں آخری لفظ '' سھولي '' کی جگہ ''اِکیلی'' آتا ھے ' جس سے کوئیں کا اکیلا ھونا خود بخود واضح ھو جاتا ھے .

(۲۷) میرا لمبا تیرے بِل میں ' تیری دھاک میرے دل میں .

[باوڑی بی رسی . کواں اور رسی

لمبا اور بل سے بالترتیب رسی اور کوئیں سے کنایہ ہے .

اسی مضمون کی ایک پہیلی ہمارے ہاں کہی جاتی ہے ' جس میں " تیری دھاک " کی جگہ " تیرا دھڑکا " کہا جاتا ہے . بہت ممکن ہے کہ یہ دکھنی مسلا حقیقت میں شمالی ہی ہو . " تیری دھاک " میں بھی دکھنی کی کوئی خصوصی شان نہیں ہے . " تیرا دھڑکا " بلا شبہہ " تیری دھاک سے بہتر ہے ' کیوں کہ اس سے سجع اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے .

(۲۸) تین پاواں کا گھوڑا . کھاتا سو گنّا ' ھگتا سو سُنّا .

[چُلّا . چولھا

فائدہ : سُنّا ' سونا ' زر . پاواں ' پاؤں .

چولھے کو ایک عجیب قسم کا گھوڑا فرض کیا ہے جس کے صرف تین پاؤں ہیں . یہ تین پاؤں تین دیگ دان ہیں . اس کے بعد ایندھن کی لکڑیوں کو گنّے سے اور آگ کے انگاروں کو سونے سے تشبیہ دی ہے .

ہمارے ہاں کی بھی ایک پہیلی میں چولھے کو گھوڑے سے تشبیہ دی گئی ہے . وہ پہیلی یوں ہے کہ : " مٹی کا گھوڑا لوھے کا لگام ' اس پہ چڑھ بیٹھا ایک پٹھان " . اس میں لوھے کے لگام سے لوھے کا توا ' اور پٹھان سے روٹی مراد ہے .

(۲۹) تین پاواں کی بِلّی . گلّے کھاتی ' گلّیاں سٹّتی .

فائدہ : چلا میں چ مضموم اور ل مشدد ہے .

[چُلّا . چولھا

یہ پہیلی بالکل اس سے قبل کی پہیلی کے انداز پر ہے . فرق صرف یہ ہے کہ یہاں چولھے کو بلی سے تشبیہ دی ہے . مگر اس بلی میں بھی ایک غرابت یہ ہے کہ وہ گلے کھاتی ہے — اور پھوکٹ (گلّی) پھینکتی جاتی ہے !

(۳۰) جنگل میں ییک جھاڑ تھا ' جھاڑ کے پچھے جھونپڑی تھی .
جھونپڑی میں ییک لال تھا ' لال سے سوب کو کام تھا .

[انگار . انگارے

یہاں چولھے کو جنگل کہا ہے ' ایندھن کی لکڑیوں کو مجموعی حیثیت سے ایک درخت (جھاڑ) تصور کیا ہے ' اور ان کے پیچھے (پچھے) چولھے کے اندرونی حصے کو ایک جھونپڑی قرار دیا ہے . اس جھونپڑی کے اندر وہ انگارے ہیں ' جن کو گراں قیمت لال سے تشبیہ دے کر سب (سوب) کو ان کا غرض مند اور خواہش مند بنایا ہے .

(۳۱) پہاڑ پو جامُن .

[چُلّے پو کولسا . چولھے پر کوئلا

اس میں چولھے کو پہاڑ اور کوئلے کو جامن تصور کیا ہے .

(۳۲) اُجلی مرغی ' دیوال کردی .

[راکھ

راکھ کو سفید رنگ کی مرغی سے تشبیہ دی ہے .

(۳۳) دَسَتَر پو کی بیٹی .

[رکھابی . رکابی

فائدہ : دستر ' دستر خوان . دستر پو کی بیٹی ' یعنی وہ بیٹی (لڑکی) جو دستر خوان پر بیٹھتی ہے .

(۳۴) چھوٹی چپاتی بڑی چپاتی ' لڑتی چھکا چھک .
بوڑکے میاں باہر نکلے ' مارتے پھکا پھک .

[چکی

فائدہ---پھکاپھک اور چھکاچھک میں پھ اور چھ مفتوح ہے . بوڑکا (و مجہول) ' ننگے سر کا آدمی ' وہ جس کے سر پر بال نہ ہوں ' گنجا .

چھوٹی اور بڑی چپاتی سے چکی کے دو پاٹ مراد ہیں - چھکا چھک اور پھکا پھک بالترتیب چکی کے چلنے اور اس میں سے آٹے کے نکلنے کی آواز کے لیے اسماء اصوات ہیں - بوڑ کے میاں سے آٹا مراد ہے - آٹے کو مٹھی بھر بھر کر کسی ٹوکری یا اور برتن میں ڈالتے ہیں ؛ غالباً اسی لئے اسے ایک ایسے شخص سے مشابہ کہا ہے جس کا سر منڈا ہوا (بوڑکا) ہو -

(۳۵) ھات لگاے تو در کُھلتا ' ھات تلّے کام کرتا -

[ڈونگا

ظاھر ہے کہ ڈونگا (تام لوٹ) ھاتھ میں رہ کر کام کرتا ہے ' اور جب اُس میں پانی لینا مقصود ھوتا ہے تو پہلے پانی کے برتن کا ڈھکنا کھولنا یا اُٹھانا پڑتا ہے -

(۳۶) آتی سری کی بٹیاں ، بادشا کو جُھکائی ۔

[پیک دان ۔ اگال دان

فائدہ : اتی سری کی ، اتنی سی ، ذرا سی ، چھوٹی سی ۔

اگال دان میں پان کی پیک وغیرہ تھوکنے کے لیے جھکنا ہی پڑتا ہے ۔ بادشاہ کے ذکر سے اس ذرا سی چیز کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے ۔

(۳۷) تلاب میں پانی ، پانی پو ساپ ، ساپ پو مور ۔
پانی سوک گیا ، ساپ مر گیا ، مور اُڑ گیا ۔

[چراغ

فائدہ : تلاب ، تالاب ۔ ساپ ، سانپ ۔

تالاب سے چراغ کا جوف مراد ہے ، جس میں پانی ، یعنی تیل ، بھرا رہتا ہے ۔ اس میں سانپ ، یعنی بتی ، ہے ۔ سانپ کے سر پر مور ہے ۔ چراغ کی لو کو مور سے تشبیہ دی ہے ۔ وجہ تشبیہ غالباً مور کے پروں کی شان ، خوبصورتی اور چمک دمک ہے ۔

سانپ کے ساتھ ساتھ یہاں مور کا ذکر ہے ۔ ممکن ہے کہ واضع نے چراغ کی لو کو جو سانپ سے تشبیہ دی ہے ، اس میں اُس کے تخیل کو اس یہودی اور عیسائی روایت[۱] سے بھی مدد ملی ہو ، جو مسلمان عوام میں بھی مقبول اور رائج ہے ، اور جس کی رو سے سانپ نے اماں حوّا کو بہکا کر جنت کے ممنوع درخت کا پھل چکھا دیا تھا ، اور سانپ کی اس کارفرمائی میں مور اس کا شریک اور مددگار تھا ۔ چنانچہ اس جرم کی پاداش میں خداوند خدا نے ایک طرف تو آدم اور حوا کو

---

[۱] دیکھو عہد عتیق ، کتاب پیدایش (باب ۳ ، ۱۳—۱۶) ؛ عہد جدید ، مکاشفہ (باب ۱۲ ، ۹) ؛ ۲ کرنتھیوں (باب ۱۱ ، ۳) ۔

جنت سے نکالا ، اُدھر سانپ کو ملعون اور حوا کی اولاد کا دشمن بنا دیا ، اور مور کے پاؤں ایسے مسخ کیے کہ بقول شیخ سعدی

'' طاؤس را ز نقش و نگاری کہ هست ، خلق
تحسین کنند و او خجل از پای زشت خویش .''

اردو اور هندی کی پہیلیوں میں بھی چراغ کے ظرف اور بتی کو تالاب ، ندی ، پانی اور سانپ سے مشابہ بنایا گیا ھے ؛ مثلاً :—

(ا) ندی کے پال پال چل بکرے ، ندی سوکھی مر بکرے .

(ب) میرزا رفیع سودا کی ایک پہیلی مستزاد در مستزاد کی شکل میں ھے :—

تاروں کی بنائی هوئی اک ناگنی ایسی
سر جس کا سنہرا ، اک رات میں ظالم
پی جاوے جو تالاب بھی اک سارے کا سارا :
یعنی کہ جلاتی ھے تو جو وہ بتی .

(ج) امیر خسرو دهلوی کی ایک پہیلی (کہہ مکری) ھے :
ایک ناری نے اچرج کیا [ا] : سانپ مار تیل میں دیا .
جوں جوں نار سانپ کو کھاے . تال سوکھ سانپ مر جاے .

(۳۸) پیٹ دھان ، گھر بھَرک کو بھُوسا -
[چراغ

فائدہ : بھرک کو (بھ مفتوح ، ر ساکن) بھر کر ، بھرا هوا ، پُر .
چراغ کی لو کو دھان سے اور روشنی کو بھوسے سے مشابہ تصور کیا گیا ھے .

[ا] اس کی ایک روایت میں کیا اور دیا کی جگہ کینھا اور دینھا ھے .

ہمارے ہاں بھی چراغ اور روشنی کی ایک پہیلی اسی اسلوب پر ہے :—

مٹھی بھر آٹا ، گھر بھر بانٹا ۔

ان پہیلیوں میں دھان اور آٹے کی تشبیہوں سے دونوں کے وطنوں کا پتہ چلتا ہے ۔ مدراس دکھن کی عام روزانہ غذا چاول ہے ، اس لیے انھیں دھان کی سوجھی ، اور صوبۂ متحدہ (خصوصاً مغربی حصے) کی عام غذا گیہوں ہے ، لہذا انھوں نے روشنی کو آٹا قرار دیا ۔

(۳۹) بیل پڑی تلاب میں ، پھول کھل نہ جائے ۔
عجب تماشا میں دیکھی : پھول بیل کو کھائے !

[چراغ]

اس مسئلے کی زبان صاف کہے دیتی ہے کہ یہ خالص دکھنی چیز نہیں ہے ، بلکہ ہندستانی سے ماخوذ ہے اور دوسرے مصرعے میں خفیف سا تصرف کرکے اسے دکھنی بنا لیا گیا ہے ۔ چنانچہ ہمارے ہاں کی ایک پہیلی یوں ہے :—

ایک تلیّا رس بھری ، اور بیل پڑی لہرائے ۔
کیسی عجائب بات ہے : پھول بیل کو کھائے !

اس کی ایک اور صورت یوں بھی رائج ہے کہ :—

عجب تلیّا پیم رس ، اور رین ہی رین سُہائے ۔
اے سکھی میں تجھ سے پوچھوں ، پھول بیل کو کھائے !

ان سب پہیلیوں میں چراغ کی لو کو پھول سے تشبیہ دی ہے ، اور بتی کو بیل تصور کیا ہے ۔ لو کو پھول کہنے میں چراغ کے پھول (گُل) کا تخیل مضمر ہے ۔

(۴۰) سُلّے کی چڑی ' دم سے پانی پیتی .

[چراغ

فائدہ : چڑی ' (چ مضموم) ' چڑیا .
صوبہ بہار میں چراغ کی ایک پہیلی یوں کہی جاتی ہے :—
ایک جانور ایسا ' جو دم سے پانی پیتا .

ظاہر ہے کہ بتی کو دم سے مشابہ کہا گیا ہے ' اور چوں کہ بتی تیل میں ڈوبی رہتی ہے اور اسی ڈوبے ہوئے سرے سے تیل کھینچتی ہے اس لیے وہ گویا دم سے پانی پیتی ہے .

(۴۱) مٹی کا گھر ' انگریز کی ٹوپی . اُس میں بیٹھے کو ہیں نور محمد سیٹھ .

[بجلی کا چراغ

فائدہ : بیٹھو، کو (واو مجہول) ہیں (یای معروف) ' بیٹھے ہیں .
سیٹ ' سیٹھ، ' بڑا سوداگر ' دولت مند آدمی .

بجلی کے چراغ کی مجموعی ہیئت کو مٹی کا گھر کہا ہے—گو مٹی کا گھر کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا . زیادہ مناسب تو یہ تھا کہ شیشے یا چینی کا گھر کہا جاتا . قمقمے کے اوپر جو فانوس ہوتا ہے ' اس کی نہایت عام شکل انگریزی ٹوپی کے تُبّے اور چھجے سے مشابہ ہوتی ہے ' اس لحاظ سے اسے " انگریز کی ٹوپی " کہا ہے . روشنی کو کہہ مکرنی کے اسلوب سے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ " نور محمد سیٹھ " کا نام دیا ہے .

(۴۲) بڈّھی مر کو پڑی تو بڑی کا ٹنگٹنگاتے .

[گھڑیال ' کلاک

فائدہ : بڈھی ' (بہ مفہوم) بوڑھی عورت ' بڑھیا . ٹنگٹنگاتے (دونوں ٹ مکسور ' ٹ مفتوح)=ٹنگٹنگاتا ہے ' بجتا ہے : ٹِک ٹِک کرتا ہے .

اس مسلے کی بوجھ کے بارے میں اہل رائے میں اختلاف ہے . بعض کا خیال ہے کہ اس سے " کلاک " کی قسم کی گھڑی مراد ہے . کلاک کو مري ہوئی بڑھیا اور اس کی ٹک ٹک کی آواز کو ٹنگٹنگانا کہا گیا ہے . بعض کی رائے ہے کہ اس سے قدیم طرز کا گھڑیال مقصود ہے ' جس میں ایک سوراخ دار پیندے کے کٹورے کو پانی سے بھری ہوئی ناند میں ڈال دیا جاتا تھا . وہ کٹورا آہستہ آہستہ پانی سے بھرتے بھرتے عین ایک گھنٹے کے بعد ڈوب کر تہ میں بیٹھ جاتا تھا ' اور جوں ہی وہ ڈوبتا تھا ' گھڑیال بجانے والا گھڑیال پر چوٹ دے کر گھنٹے کا اعلان کرتا تھا . اس عقیدے کے مطابق سوراخ دار کٹورے کو بڑھیا سے تشبیہہ دی گئی ہے اور اس کے ڈوب جانے کو مرنا کہا ہے ' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھنٹہ بجایا جاتا ہے . اس دوسری قسم کے گھڑیال کی ہندستانی پہیلیاں بھی ہیں . مقابلہ لطف سے خالی نہ ہوگا :—

راجا کے گھر آئي رانی . اوگھٹ گھاٹ وہ پیوے پانی
مارے شرم کے ڈوبي جاے . ناحق چوٹ پڑوسي کھاے

اس کو یوں بھی کہا جاتا ہے :—

ایک راجا کے گھر میں رانی . تلے کی پیندی پیوے پانی
لاجوں ماری ڈوبی جاے . ناحق چوٹ پڑوسي کھاے

اسی اسلوب پر ایک اور پہیلي ہے :—

تریا ایک پانی میں تِرے . نِس دن وہ پانی میں بھرے

جب وہ تریا غوطہ کھاے ۔ اُس کا یار تب مارا جاے

کسی قدر تبدیلِ تخیل کے ساتھہ ایک اور پہیلی ھے کہ :—

ایک ناری پانی پر تیرے ۔ پرکھہ اس کا لٹکا رھے
جوں جوں خلدی غوطہ کھاے ۔ دھوں دھوں بھڑوا مارا جاے

ان تمام پہیلیوں میں بتی ' رانی ' ناری ' تریا کا تخیل مشترک ھے !

(۴۳) نِمبو ادرک لڑتے تھے ۔ کلافن ماری چُھٹّی ۔ لونگ تھی سو بھڑی ماری : ھاے اِلاچی ڈُبّی !

[گھڑیال ' کلاک

فائدہ : نمبو ' (ن مکسور) نیبو ' لیموں ۔ کلافن ' مونگری ۔ چھٹی ' ڈبکی ۔ بھڑی (ب مفتوح ' م مشدد) ' غل ' شور ' بم ۔

اس پہیلی کی کیفیت اور تشبیہوں کا اسلوب سمجھنا بہت مشکل معلوم ھوتا ھے ۔ غالباً اس سے کلاک نہیں بلکہ قدیم قسم کا گھڑیال (جس کا اوپر کے مسلے میں ذکر ھوا) مقصود ھے ۔ صاحب فرھنگ آصفیہ نے گھڑیال کی ایک ھندستانی پہیلی نقل کی ھے ' جس کا تخیل اس مسلے کے تخیل سے کچھہ مشابہ معلوم ھوتا ھے :—

گھڑی گھڑی کچھال پکارے ۔ ھاے دیا موھے بامن مارے

(۴۴) ھتھی میں نیں مانا ' کوٹھری میں مانا ۔

[المار ۔ الماری

فائدہ : ھتھی (ہ مفتوح ' تھ مشدد) ' ھاتھی ۔ مانا ' سمایا ۔ کوٹھری ' کوٹھڑی ۔

الماری ھانھی میں نہیں سماتي ' کوٹھری میں سماتی ھے . حق یہ ھے کہ کوئي خاص بات پیدا نہیں کی . اور کئی چیزوں کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ھے .

(۴۵) چلو سکھي دی ' بازار کُو جائیں گے ' ھمارے سری کا ادمی لائیں گے .

فائدہ : سکی (س مفہوم) ' سکھی ' سہیلی .

[آئینہ

یعنی : اے سکھی ' چلو بازار چلیں اور اپنا سا ایک آدمی لائیں . اپنا سا آدمی سے دیکھنے والے کا عکس مراد ھے . ھمارے ھاں ' من جملہ اور پہیلیوں کے ' آئینے کي ایک مشہور پہیلی یوں ھے کہ :—

سامنے آوے کر دے دو ' مارا جاوے نہ زخمی ھو .

(۴۶) دیوال میں کے خان .

[میخ ' کیل

یعنی : وہ خان (صاحب) جو دیوار میں رھتے ھیں .

لفظ خان سے ممکن ھے کہ ایہام تناسب کے طور پر پٹھانوں کی درشت مزاجی اور سخت گیری کی طرف اشارہ مقصود ھو . اس کے علاوہ لفظ '' میں '' اور '' خان '' سے مل کر '' میخاں '' کی صورت پیدا ھوتی ھے ' جو میخ کي جمع ھے . اس لحاظ سے یہ پہیلی کہہ مکری بن جاتی ھے . اور چوں کہ شروع ھي میں دیوار کا ذکر آگیا ھے ' اس لیے سننے والا آسانی سے میخ کے تصور تک پہنچ سکتا ھے .

پانچویں فصل

کھانے پینے کی چیزیں ' مسالے ' اور متعلقات

---

(۴۷) اَنّاجی کے بھائی تَمّنّا جی کنّن نور میں اُترے ہیں ، ملتا ہے تو مِل لیو ' نہیں تو کنجی ورم کو جائیں .

[کنجی . چاول کی پیچ

انا جی اور تمنا جی دو آدمیوں کے فرضی نام ہیں . کنّن نور اور کنجی ورم صوبۂ مدراس کے دو مشہور مقامات کے نام ہیں .

کنّن نور (ک مضموم ' ن مفتوح ' اور واو معروف) ' جو اصل میں کنیا نور (ک مفتوح ' واو معروف) تھا ' اور انگریزی لہجے میں کینا نور (Cannanore) کہلاتا ہے ' احاطۂ مدراس میں مالا بار کے علاقے میں ایک ساحلی مقام ہے . سنہ ۱۴۹۸ع میں مشہور پرتگیز سیاح واسکو ڈگاما یہیں آکر اُترا تھا . اس کے تین برس بعد سنہ ۱۵۰۱ع میں پرتگیزوں نے ایک تجارتی کوٹھی وہاں بنا لی تھی . اس کے بعد ولندیز اس پر قابض ہوگئے ' اور انہوں نے سنہ ۱۶۵۶ع میں ایک قلعہ بنا لیا . بالآخر سنہ ۱۷۸۳ع میں یہ قلعہ اور شہر انگریزوں کے ہاتھوں فتح ہوا ' اور یہ مقام اس وقت سے انگریزی عمل داری میں ہے .

کنجی ورم (ک ' و ' ر تینوں مفتوح ' ی معروف ') جس کا اصلی نام کنچی ورم ہے ' شہر مدراس سے متصل ضلع چنگل پیٹ میں واقع ہے - یہ ہندستان کے قدیم ترین مقامات میں سے ہے ' اور عام عقیدے کے لحاظ سے مقدس تصور کیا جاتا ہے .

ان چاروں اعلام میں نہایت نفیس ایہام تناسب ھے . اناجی اور دھناجی نہ صرف اچھے کھاتے پیتے دولت مند سیٹھوں کے سے نام ھیں ' بلکہ اِن میں اُن کے اَنّ اور دَھن کی طرف اشارہ بھی مضمر ھے . دھناجی میں دھن کے علاوہ دھان کی طرف بھی نہایت لطیف اشارہ پایا جاتا ھے ' جس سے پہیلی کی بوجھ کا پتہ چلتا ھے . اسی طرح لفظ کندن نور کے پہلے حصے میں کوندا (دکھنی کندا) ' اور کنجی ورم میں گنجی کی طرف اشارے کئے گئے ھیں . گنجی دکھنی محاورے میں کانجی یا چاول کی پیچ کا نام ھے ' اور یہی اس پہیلی کا انتر ھے .

(۴۸) چان جیسے چَتلے ' پان ویسے پتلے . میرا مَسلا نہیں بوجے تو تُمارے ناک کان کَتلے .

[بوپتر ' پاپڑ

فائدہ : چان ' چاند . چتلے ' چکلے . کتلے ' قتلے .

بوپتر (واو مجہول ' اور دوسری پ خفیف سی مشدد) یعنی پاپڑ اہل مدراس کی مرغوب غذاؤں میں سے ایک غذا ھے . جیسا کہ پہیلی میں بیان کیا گیا ھے ' عموماً اس کی شکل ویسی ھی ھوتی ھے جیسی کہ شمالی ھند میں رائج ھے . لیکن اس معمولی وضع کے علاوہ دوسری شکلیں بھی رائج ھیں ' جو تکلف کی ضیافتوں میں کام آتی ھیں ' اور اپنی وضع کے لحاظ سے " مرچ " اور " پھول " اور " کریلا " کہلاتی ھیں .

پاپڑ کی ایک پہیلی ' جس سے ھمارے ھاں کے قریب قریب سب بچے واقف ھیں ' ھمارے محاورے میں یوں ھے ' اور اس پہیلی سے بہت کچھ مماثل ھے :

چاند سا چکلا ' پان سا پتلا ؛ جو نہ بتاوے اس کی آنکھ میں تکلا .

صرف دوسرے حصے میں فرق ہے ' جس میں اہل دکن آنکھ میں نکلا نہیں کرتے بلکہ ناک کان کے قتلے کر دینے کی دھمکی دیتے ہیں .

صاحب فرھنگ آصفیہ نے پاپڑ کی ایک پہیلی فارسی زبان کی نقل کی ہے ' جس کا اعادہ یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا :

رنگش چو رنگ زعفران ' بریان چوجان عاشقان .

پا دارد و پر ہم بدان ' جانان بگو این چیستان !

(۴۹) بادشا کی بیٹی ' تخت پو لیٹی . گل کرو گل زار کرو ' کچّی ھیز پو نخش کرو .

[پوری

فائدہ : نخش ' نقش .

پوری بیلنے کے تختے کو تخت سے تشبیہ دے کر پوری کو شاھزادی سے مشابہ کردیا . پرتکلف پوریوں پر ' خاص کر حاشیوں پر ' جو نقش کیے جاتے ہیں ان کو گل اور گلزار کہا گیا ہے . یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کچی پوری کو کچی ھیز کس نسبت سے کہا ہے . یا تو محض مہمل تشبیہ ہے ' یا یہ مقصد ہوگا کہ سننے والے کو بھٹکا دیا جائے .

(۵۰) ھات ھتیلی' چمپے کی کلی . بھري ندی میں تیرتی چلی .

[پوری

یہاں پوری کو چمپا کی کلی سے تشبیہ دی گئی ہے . غالباً پوري کا خوش نما چمپئی رنگ اس میں وجہ تشبیہ ہے . یہ کلی بھري ندی ' یعنی گھی (یا تیل) سے بھری ہوئی کڑھائی میں تیرتی ہوئی جاتی ہے .

(۵۱) لونگ الاچی چلے پانی نہانے . الاچی ماري چُھبّی . لونگ لگی سر کُوٹنے : ھاے الاچي ڈُبّی !

[پوری

فائدہ : چھبي ' ڈبکی ' غوطہ .

لونگ اور الائچی کا علاقہ سمجھ میں آنا مشکل ہے ۔ دوسرے جملے سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ کچی پوری کو الائچی کہا گیا ہے ۔

(۵۲) اھتو اھتو اھتے ' گھانس میں سوتے ۔ میرا مسلا نہیں بوجے تو میرے گھر کے کتے ۔

[آتے کے کھجوراں ۔ کھجوریں

فائدہ : شروع کے تین لفظوں میں الف اور ہ مفتوح ہیں اور ت مشدد ہے ؛ واو معروف ہے ' اور ي مجہول ہے ۔

پہیلي کا آغاز مہمل الفاظ سے ہوتا ہے ' جن کو ایک مجہول شخص کا نام فرض کیا جاسکتا ہے ۔ اھتے میں سوتے کا قافیہ پیدا کیا گیا ہے ۔ آتے کي کھجوروں کا گھاس میں سونا بھی عجب بیان ہے ۔ گو یہ صحیح ہے کہ کھجوروں کا رکابی میں رکھا ہونا گویا ان کا سونا ہے ' لیکن گھاس کا مشبہ معلوم کرنا دشوار ہے ۔

(۵۳) ھید ھیدا ' گھانس میں سوتا ۔ میرا مسلا نہیں بوجھیا سو میرے گھر کا کتا ۔ [مُتکُلا

فائدہ : شروع کے دونوں لفظوں میں ی مجہول ہے ۔ بوجیا ' (جس نے) پہیلی کو بوجھا ۔ متکلا میں م اور ک مضموم ہیں ۔ ک کاضمہ واو معروف کی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے ۔ لیکن عام تلفظ یہی ہے ۔

اس پہیلی میں بھي ماقبل کی پہیلی کا رنگ ہے ۔ ھید ھیدا محض فرضی نام ہے ' جس کے دوسرے جزء کو سوتا کا قافیہ بنایا گیا ہے ۔ وھی گھاس یہاں موجود ہے !

(۵۴) باہر سے آئے جات ، بُنے نو رنگ کھات . کھات بُننا جانے ،
کھولنا نہیں جانے .

[سیویاں ، سویّاں

فائدہ : سیویاں میں پہلی ی مجہول ہے .

نو رنگ یعنی کئی وضع کی کھات سے اس طرف اشارہ مقصود ہے
کہ سویّوں کے ایک دوسرے کے اوپر سیدھے آڑے بانکے ترچھے طور پر پڑنے
سے طرح طرح کی ہندسی شکلیں اور وضعیں پیدا ہوجاتی ہیں .
ظاہر ہے کہ اس طرح یہ " کھات " بنی تو جاسکتی ہے ، لیکن اس کے
سب تاروں کو کھول کر الگ الگ کرنا ممکن نہیں ہے .

اسی مضمون کی ایک ہندستانی پہیلی قابل ملاحظہ ہے :
کوٹ کے نر کو نار بنائیں . توڑیں تاریں ملیں ملائیں
اینچیں کھینچیں کاٹیں ڈال . بوجھن کر لو میرے لال .

(۵۵) پہلے آ کہو ، پیچھے چار انگلیاں اٹھاو .

[اچار

یہ گونگی پہیلی ہے . ہدایت موجود ہے . عیاں را چہ بیاں .

(۵٦) پانی میں کا پمڑا ، نہ ہڈ نہ چمڑا .

[مَسکا ، مکھن

فائدہ : ہڈ ، ہڈی .

پمڑا کا مفہوم معلوم نہ ہوسکا کہ کیا ہے . ممکن ہے کہ صرف چمڑا
سے تک ملانا مقصود ہو .

اس پہیلی کے دوسرے جزء میں نہ سے پہلے " اُسے " کا اضافہ بھی کیا
جاتا ہے .

(۵۷) هتّی پو هریالی .

[ملائی ' بالائی

دودھ کو ھتّی اور بالائی کو هریالی کہا ھے .

(۵۸) اے لوگو ' دنیا میں بڑا پاپ ھوتا ھے . پسر کے واسطے مارتے پدر کو ' کہ دنیا میں دادا باپ ھوتا ھے .

[چھانچھ . چھاچھ

دھی کو باپ اور چھاچھ کو بیٹا کہا گیا . ظاهر ھے کہ بیٹے کی خاطر باپ کو مار ڈالا گیا . آخری جملہ عجیب و غریب ھے . دادا کا ذکر بالکل غیر ضروری اور غیر متعلق ھے . دادا اور پوتے کا تخیل همارے هاں کی ایک پہیلی میں بڑی خوبی سے نباها گیا ھے ' جس کا انتر '' دیوار پوتلے کا پوتا '' ھے :

بِلا دادے کا پوتا ' دیوال سے مِلِ مِلِ روتا .

دودھ ' دھی اور چھاچھ کے مضمون کی همارے هاں ایک قدیم پہیلی ھے :

اک نر کا اک ناری آوے . سبھی کہا یہ جمجم آوے
وا کے متھن هوت نر ناری . نر پیارو ناری بھی پیاری

(۵۹) مٹھائی گو کے وهاں کی بیٹی .

[جلیبی

(۶۰) نارنگی نارنگی لب شکر ' کب سے کھڑی بغیر خبر . آیا مالی پانی پیلے گھاٹ کا .

[جلیبی

بظاهر ایسا معلوم ھوتا ھے کہ یہ پہیلی پوری نہیں ھے . آخری جملہ شرطیہ سا معلوم ھوتا ھے ' جس کی خبر غائب ھے . لیکن جہاں تک

میں تحقیق کر سکا یہی معلوم ہوا کہ اس میں اور کسی جملے یا قول کی کمی نہیں ہے . اور اسی آخری جملے میں جلیبی کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے .

ہمارے ہاں زبان کی ایک پہیلی ہے . اس کی ابتدا بھی قریب قریب ان ہی الفاظ سے ہوتی ہے :

انار دانہ لب شکر ' میں کھڑی تھی بے خبر '
رنگ محل میں بجلی چمکی ' شاہ پری کو کیا خبر '

لیکن تھوڑے ہی سے غور سے اندازہ ہوجائے گا کہ یہ پہیلی اپنے الفاظ ' کنایات اور مفہوم کے لحاظ سے بہ نسبت اس دکھنی پہیلی کے زیادہ واضح اور صحیح ہے .

(۶۱) بادشا کی بیٹی ' سیج پو لیٹی ؛ جانے والیاں کو ترسا دیتی .
[جلیبی

اس سے قبل پوری کی ایک پہیلی (شمار ۴۹) گذر چکی ہے . شہزادی کی تشبیہ دونوں میں مشترک ہے . یہاں صرف ترسانے کا تخیل نیا ہے ' اور یہی دونوں میں مابہ‌الامتیاز ہے .

(۶۲) لکڑے کی گائی فولاد کا چارا ' دودہ دیتی صبح کا پہرا .
[نارل (ناریل) کی شراب

فائدہ : لکڑا ' لکڑی . گائی ' گاے .

ناریل کے باہر کے خول کے لحاظ سے اسے لکڑی کی گاے کہا ہے . صبح کے پہرے سے شراب کی سفیدی مراد ہے .

(۶۳) پانی میں کا تمڑا ' اسے ہت نہ چھوا .

[برف

اوپر مکھن کی پہیلی (شمار ۵۹) گذر چکی ھے . دونوں کے الفاظ بالکل ایک ھی ھیں . صرف پمرا اور تمرا کا فرق ھے ' جو غالباً دونوں جگہ بمحض چمرا سے تک ملانے کے لئے استعمال ھوے ھیں .

(۶۴) پھل پھل پانی ' آپ دیں گا پھول .

[نمک

فائدہ : پھل میں دونوں جگہ پھ مفتوح ھے . دیں‌گا (ی معروف) ' دے گا - پھل پھل سے مراد ھے بہ کثرت ' بہت زیادہ ؛ اور پھل کی نسبت سے آخر میں پھول لایا گیا ھے . پھل پھل سے پانی میں چلنے کی آواز کی نقل مقصود ھے .

نمک کو پانی کے ذریعے تیار کیا جاتا ھے ' اور نمک پانی اور بالو کی سطح پر سفید پھولوں کی شکل میں نمودار ھوتا ھے .

(۶۵) چلو سکّی ری بزار کو جائیں گے ' بھوسا نیں سو اناج لائیں گے .

[نمک

فائدہ : سکی (س مضموم) ' سکھی سہیلی .

نمک کو ایسے اناج سے تشبیہ دینا ' جس میں بھوسا نہ ھو ' کچھ برا نہیں ھے .

(۶۶) لال لال سوب بھی لال ' چنو منو سوب بھی لال ' پاؤں پو کی دال لال . زات ھے بمنی ' بچھو کا دھوم دھام .

[لال مرچ

فائدہ : سوب بھی ' سب کے سب . چنو منو (چ ' م مضموم ؛ ن مشدد ؛ واو معروف) ' بچے . بمنی (م کی خفیف سی تشدید سے) برھمنی ' برھمن عورت .

چلو منو اور پاؤں پر کی دال ' دونوں سے مرچ کے بیج مراد ہیں .
بیجوں کو لال کہنا صریحاً غلط ہے ' کیوں کہ ان کا رنگ لال نہیں بلکہ پیلا ہوتا ہے . بچھو کی سی دھوم دھام کا تخیل تو ظاہر ہے کہ مرچ کی تیزی اور تلخی پر مبنی ہے . رہا یہ امر کہ وہ ذات کی برھمنی ہے . عورت تو اس لئے کہا گیا ہے کہ صرفی لحاظ سے مرچ کی جنس مونث ہے . برھمن عورت کے مشبہ بہ ہونے کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں . ظاہری حیثیت سے لال مرچ رنگ کی وجہ سے برھمنی عورتوں سے مشابہ ہے ' جو عموماً سرخ رنگ کی ساریاں پہنتی ہیں . باطنی لحاظ سے مرچ کو برھمنی کہنا اس بنا پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برھمنی اپنے مذھبی عقائد کی وجہ سے بہت نازک مزاج اور ایسی ہی اچھوت ہوتی ہے جیسی کہ لال مرچ ' کہ اسے چھوتے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ گویا کاٹ ہی کھائے گی . ہمارے ہاں کی ایک پہیلی نے اس خصوصیت پر بہت زور دیا ہے :

لال پالکی ہری ڈنڈی ' اس میں بیٹھی حرام زادی رنڈی !

(۶۷) لال لال سوب بھی لال ' سیج پو کی پیلی دال ' اس میں بچھو کے جھنکارے .

[لال مرچ

یہ بھی اوپر کی پہیلی سے مماثل ہے ؛ لیکن اس لحاظ سے اس سے بہتر اور زیادہ صحیح ہے کہ اس میں دانوں (دال) کو پیلا بتایا گیا ہے ' گو یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ سیج کو اس سے کیا علاقہ ہے .

(۶۸) لال لال سوب بھی لال ' تن میں کی چولی لال . ذات کی بمنی ' پاؤں پو پیلی دال .

[لال مرچ

یہاں بڑی سرخی پر زور دیا ہے . چھلکے کو چولی کہا ہے ' اور ذات وہی برہمن بتائی ہے .

ہمارے ہاں کی مرچ کی پہیلیوں میں لباس کا بیان اور زیادہ دل کش ہے :

بن سے نکلی پیا پیاری کر دلھن کا بھیس
سوہا جوڑا اس نے پہنا ' سبز کلاہ ہمیش

اس کی ایک اور صورت یوں بھی ہے :

جنگل سے نکلی کاملی کر دلھن کا بھیس
لال جوڑا اس نے پہنا ' سبز کلاہ ہمیش

ایک اور پہیلی ہے کہ

ھری ٹوپی لال دوشالا ' کہاں چلے آتے کے لالا ؟

کہاں پیا پیاری اور کاملی ' اور کہاں بملی ! جائے غور ہے .

(۶۹) آہ آہ کی تھیلی میں اُو ھو کے دانے .

[لال مرچ

یہ تصویر کا دوسرا اور زیادہ لطیف رخ ہے .

(۷۰) ریشم کی تھیلی میں ھاھو کے بیجاں .

[لال مرچ

فائدہ : بیجاں ' بیج کی جمع .

(۷۱) ھری ھری ھر کی . چولی پہنی زر کی . کیا پہنی ؟ تانتا ملک سارا جانتا .

[ھری مرچ

فائدہ : پہنی ' (اس نے) پہنی .

لال مرچ کی لال چولی اور ریشم کی تھیلی سے یقیناً یہ زر نگار تافتے کی چولی بہتر ہے .

(۷۲) کنول پھول جُھمکے والی . مارو نکو موہان ' میں بچے وانی .

[لہسن

فائدہ : مارو نکو (ن مفتوح ' واو مجہول) مت مارو ' نہ مارو .

کنول پھول اور جھومکے کی تشبیہہ ضرور قابل داد ہے . لہسن کے جوے اس کے بچے ہیں .

(۷۳) کبڑی بُڈی ' پیٹھ میں لکڑی ' باورچی خانے کا رستہ پکڑی .

[لہسن

فائدہ : بڈی ' بڈھی ' بڑھیا .

ایک اور روایت میں " کبڑی بڈی " کی جگہ " اجلی ککڑی " (سفید مرغی) آتا ہے .

(۷۴) پہاڑ سے آئی گڈی . اس کے چتڑ میں کاڑی .

[لہسن

فائدہ : چتڑ (چ مضموم ' ت مشدد مفتوح) چوتڑ . کاڑی ' تنکا ' لکڑی کی ڈنڈی . اسی کو اس سے قبل کی پہیلی میں لکڑی کہا گیا ہے .

(۷۵) مسلے کے دو گھونسلے ' ڈاڑھی کے دو بال . سر گیا کنجال میں ' دم نکلی بھار .

[پیاز

فائدہ : بھار=باہر . بال سے مقفی کرنے میں یہ صورت پیدا ہوجاتی ہے . کنجال (ک مفتوح) ' کائی .

پیاز جڑ ہوتی ہے ؛ اس لیے اسے کائی میں دبا ہوا (کنجال میں) کہا گیا ہے . ایک ہی چیز کو پہلے ڈاڑھی کے بالوں سے پھر دم سے تشبیہہ دی ہے . گھونسلے کا سوا اس کے اور کوئی مصرف نہیں معلوم ہوتا کہ اس میں مسلے کا قافیہ ہے .

(٧٦) ادرک کی مڑیاں میں خدرت کا پانی . جاو بولو راجا سے آتي ہے رانی .

[ادرک

فائدہ : مڑیاں ' مڑی کی جمع ' چھوٹا سا کھوٹ . خدرت=قدرت .

اس پہیلی کو کہہ‌مکری کہنا چاہئیے . کس قدر صاف مگر کیسی تاریک کہہ‌مکری ہے !

(٧٧) مَیں بٹلي میں بٹلی ' لھوے سے کری جنگ . تن کو کری ٹکڑے ' آشناں کو چڑائی رنگ .

[سپاری ' چھالیا

فائدہ : بٹلي (ب مفتوح) . لھوا (ل ' ہ حرف مرکب ' واو مشدد) ' لوہا . آشناں=عاشقاں ' عاشق کی جمع . چڑائي=چڑھائی .

بٹلی سے غالباً ٹکڑا مفہوم ہے . لوہے سے جنگ کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ سپاری کو سروتے سے کاٹا جاتا ہے . البتہ یہ صحیح نہیں ہے کہ سپاری شوقین مزاج بانکوں (عاشقاں) کے ہونٹوں کو رنگ دیتی ہے ' کیوں کہ رنگ دینے سے سپاری سے کوئی تعلق نہیں ہے ' بلکہ یہ کام چونے ' کتھے کا اور کسی قدرخود پان کا ہے .

(٧٨) چلو سکی ری بزار کو جائیں گے ' چار چیز لائیں گے : سَر سے کے کان ' ہڈ نیں سو لکڑی ' پھتر کی چربي ' جھاڑ کا چک .

[پان ' سپاري ' چونا ' تمباکو

فائدہ : سرسا (س مفتوح) ' سرس . پھتر ' پتھر . چک ' پھل .

سرس کے کان ' بغیر ہڈی کی لکڑي (عجیب تخئیل ہے) ' پتھر کی چربی اور درخت کے پھل سے بالترتیب پان ' سپاری ' چونا ' اور تمباکو کے کنایات مقصود ہیں .

ہمارے ہاں کی ایک مشہور پہیلی ہے ' جس میں پان کے بیڑے کے اجزاء کو یوں جمع کیا گیا ہے :

طوطا بگلا لوا بٹیر ' ان چاروں کو لاؤ گھیر .

اے سکھی ایسا کیجو ' ان چاروں کا لہو آپ ہی پیجو .

ابتداء میں بالترتیب پان ' چونا ' کتھا اور سپاری کے کنایات ہیں ' اور آخر میں پان کی پیک کو ان سب کے لہو سے تعبیر کیا ہے .

(۷۹) چار بھائی چورنگ ' پھول پڑا پیک رنگ .

[پان اور پیک

پیک کو پھول کہہ کر قابل قدر حسن اور لطف پیدا کر دیا ہے .

اسی مضمون کی ہمارے ہاں کی ایک پہیلی ہے : دیکھو جادو گر کا خیال ' ڈالے سبز نکالے لال .

اہل بہار کی ایک مشہور پہیلی ہے : چار چڑیا چار رنگ ' پنجرے میں جاکر ایک رنگ .

(۸۰) ہلی تگ ہلی ' پوچ لے کو چلی .

[مسالا پیسنا

فائدہ : ہلی تگ ہلی ' (ہ مفتوح) جب تک ہلتی رہی ہلتی رہی ' اور ٹھہری تو پونچھ کر پھر چل پڑی . مسالا پیسنے کی کیسی اچھی تصویر ہے .

(۸۱) ہندیری کوٹھری میں بڈا بڑ بڑا تے .

[ہتھا ' حقہ

فائدہ : هندیری ' اندھیری تاریک . بڑبڑاتے (ب مضموم ' ت مفتوح) ' بڑ بڑاتا ھے .

حقے کو اندھیری کوٹھری کہا ھے ' اور اس کی آواز کو بڑبڑانے سے تعبیر کیا ھے .

حقے کی ایک پہیلی امیر خسرو سے منسوب کی جاتی ھے ' اس میں اس ''بڑ بڑا نے'' کی ادا کو دیکھیے :

نیچے تامیں جل بھرا ' اوپر لاگی آگ
باجن لاگی تومڑی ' نکسن لاگے ناگ

اسی کی ایک اور صورت بیان کی جاتی ھے :

گاگر تیری جل بھری ' سر پر لاگی آگ
باجن لاگی بانسری ' نکسن لاگے ناگ

ایک اور پہیلی میں اس خیال کو یوں ادا کیا گیا ھے :

ایک گجریا سر پر مٹکی * موھن بانسر پاسوں اٹکی
سر پر آگ برہ کی جاری * کھڑی سبھا میں دے پکاری

(۸۲) ییک پہاڑ تھا ' اس پو ییک جھاڑ تھا . جھاڑ میں ییک پنجرا تھا ' اس میں دو لال تھے .

[ھکا ' حقہ

حقے کی کلی کو پہاڑ اور آب نَے کو درخت (جھاڑ) فرض کیا ھے . اس درخت میں جو پنجرا ھے وہ چلم ھے ' اور اُسکے انگارے گویا لال ھیں . اس بیان میں دو عدد کا صحیح نہیں ھے . اگر چلم سی ھے تو

ممکن ہے کہ دو ھي انکاروں سے کام چل جائے ، مگر عموماً زیادہ ھی ہوتے ہیں . اس "جھاڑ" اور "پنجرے" کے تخیل کو ایک ھندوستاني پہیلي نے یوں نباھا ہے کہ :

اِتّس گبج کا چوترا ، بتّس گبج کي ڈور
پاني بھیتر بنگلہ چھایا ، اوپر ناچے مور

امیر خسرو (؟) نے ایک پہیلی میں اس کو کس قدر مختصر کر دیا ہے :

اگن کنڈ میں گھر کیو ، جل میں کیو نکاس
پردے پردے جات ہے پی اپنے کے پاس

لیکن حقے کی چیتان کی بہترین صورت جو میری نظر سے گزری وہ یہ ہے :

اے سکھی وہ ھاتھوں آوے . کیا سکھی وہ کنگن تھا ؟
اے سکھی وہ ھونٹھوں آوے . کیا سکھی وہ مسی تھی ؟
اے سکھی اس کے سر پر تاج . کیا سکھی وہ بادشاہ تھا ؟
اے سکھی اس کے سر پر کلغی . کیا سکھی وہ مور تھا ؟
اے سکھی وہ چمکتا آوے . کیا سکھی وہ بجلی تھی ؟
اے سکھی وہ گرجتا آوے . کیا سکھی وہ بادل تھا ؟
اے سکھی وہ سیجوں آوے . کیا سکھی وہ ساجن تھا ؟

کس خوبي سے حقے کي صفات اور کیفیات کو ادا کیا ہے !

(۸۳) ھری ھري ھر کي ، چولي پہني زر کي . اُتھہ سوداگر مول کر سنّا دوں گي تول کر .

[افیون]

یہاں بھي ھری مرچ کي پہیلي (شمار ۷۱) کي طرح ابتدائي جملہ محض حسن صورت اور قافیے کے لیے لایا گیا ھے . اس کی طرح افیون کو بھي زر کي چولي پہنا دی گئي ھے ' جسے شاید اس لحاظ سے صحیح کہا جا سکے کہ چلبیا بیگم کے عشاق کے ھاں اس کي ایسي ھي قدر ھے ' اور شاید اِسی عقیدے کي تائید میں سونا تول کے دیا جا رھا ھے !

(۸۴) نارنگی نارنگي لب شکر . کھڑی سوائے خیر نہیں . بیجا پور میں بجلي پڑی ' شاہ کو خبر نہیں .

[افیون

اس سے پہلے ھم جلیبي کي ایک پہیلي (شمار ۶۰) میں اسي قسم کي ابتداء دیکھ چکے ھیں . افیون کو "لب شکر" یعني شکر لب کہنا اس محبوب زنگي کے دل دادگان کے ھاں ضرور جائز ھوگا . بیجا پور کا کوئي تعلق یہاں سمجھ میں نہیں آتا . اسے غالباً صرف اس وجہ سے لایا گیا ھے کہ بجلي (ھندی بجر वज्र اور بجری बिजुरी) اور بیجا پور میں ایک نوع کي صوتی مناسبت ھے .
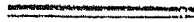
چھٹی فصل

حیوانات اور ان کے متعلقات

---

(۸۵) چار تھام کھڑے تھے ' دو شمے جلتے تھے ' دو پنکھے ھلتے تھے '
بیچ میں ناگ بھائی کھیلتے تھے .

[ھتھی ' ھاتھی

فائدہ : شمے ' شمعیں .

چار ستون (تھام) ھاتھی کی چار ٹانگیں ھیں ' دو شمعیں
آنکھیں ' دو پنکھے کان ھیں ' اور ناگ بھائی اس کی سونڈ ھے .

(۷۶) میاں ھپو ' میاں ڈھپو ! تمارے شہر میں ھجام نیں کیا ؟

[ریچھ

فائدہ : ھپو ' ڈھپو میں ہ اور ڈھ مفتوح ھیں ' پ مشدد ھے اور واو
معروف . تمارے (ت مضموم) ' تمہارے . ھجام ' حجام . .

ھپو ڈھپو فرضی نام ھیں ' اور اس میں شک نہیں کہ ریچھ کی
وضع قطع اور اس کے بدن پر بالوں کي کثرت اور اس کی چال ڈھال
کے لحاظ سے یہ نام برے نہیں ھیں . بالوں کي بے طور کثرت کی
طرف بعد میں اس سوال میں اشارہ کیا گیا ھے کہ " تمہارے شہر میں
کیا حجام نہیں ھوتا ؟ "

(۸۷) ییک چاں چوبیس تارے ' اکڑو بیٹھ، کو گن گن مارے .

[گھوڑے کے نال

گھوڑے کے سموں میں نعل لگائے جا رھے ھیں . چاند (چاں) سے
نعل مراد ھے ؛ اور چوبیس تارے ' جن سے واقعی اور صحیح عدد مراد

نہیں ہے ، وہ میخیں ہیں جو نعلوں میں جڑی جاتی ہیں ۔ نعل بند اکڑو بیٹھ کر گن گن کر نعل اور میخیں لگا رہا ہے ۔

(۸۸) ارے ارے ھنا ، تو گھوڑے سے نہنا ۔ تو ترتر چلیں گا ، تیرا ترا ھلیں گا ۔

[کتا

فائدہ : ھنا اور نہنا (= ننھا ، چھوٹا سا ، بچہ) ہم قافیہ ہیں ۔ ترتر (دونوں ت مضموم) ، جلدی جلدی ۔ ترا (ت مضموم ، ر مخفف) ، طرہ ، پھندنا ۔

ھنا محض قافیے کے لیے ہے ۔ کتے کا پتہ نشان یہ بتایا ہے کہ گو وہ گھوڑے کی طرح چار پایہ جانور ہے مگر اس سے چھوٹا (نہنا) ہے ، اور جب وہ جلدی جلدی چلتا ہے تو اس کی دم (جسے یہاں طرے سے تشبیہ دی گئی ہے) ھلتی ہے ۔

(۸۹) آگے خر ، پچھے کان ۔ میرا مسلا نہیں بوجے سو حیوان ۔

[خرگوش

پہلے خر اور پیچھے (پچھے) کان ، یعنی گوش ، سے مل کر آسانی سے لفظ خرگوش بن جاتا ہے اور یہی پہیلی کا اتر ہے ۔

ایک ھندوستانی پہیلی بھی اسی طرح سے ہے :

آگے خر اور پاچھے کان ، جو بوجھے سو چتر سجان ۔

(۹۰) باھر سے آیا بادشاہ ، اندر سے اُٹھیا غل ۔ بے پت کی چدر پو بے پر کا پھول ۔

[ساپ ، سانپ

فائدہ : بے پت اور بے پر (پ مفتوح) بظاھر پت (لاج ، شرم ، حیا) اور پر کے مرکبات معلوم ھوتے ہیں ۔ لیکن غالباً حقیقت یوں ہے کہ بے پت لفظ بپت (ب مکسور ، پ مفتوح) یعنی دکھ ، مصیبت ، آفت

(سنسکرت وپد विपद् وپت विपत اور وپتی विपत्ति) کا ڈھیلا سا تلفظ ھے جس میں ب کی زیر کو یای مجہول کی طرح ادا کیا گیا ھے ؛ اور بے پر غالباً بپر (ب مفتوح ، پ مضموم ، ھندی بپرا बपुरा یعنی اناتھ ، بے کس ، بے باپ کا ، لا وارث) ھے ، جسے بے پت کے ساتھ مقفی کرنے کے لیے بے پر بنا دیا گیا ھے ۔

ھمارے ملک میں بہت قدیم زمانے سے سانپ کو دیوتا اور راجا سمجھا اور مانا جاتا ھے ۔ اس لیے اسے بادشاہ کہنا بالکل صحیح ھے ۔ اس کے بعد بپتا کو چادر سے اور بپرا پن کو پھول سے تشبیہ دینا اُسی بادشاہ کی مناسبت سے قابل داد تخیل ھے ۔

(۹۱) چال تیری چکر مکر ، دانتاں تیرے انار کے دانے ۔ بیٹھک تیری چکی ، مروت تیری پھکی ۔

[ساپ ، سانپ

فائدہ : مکر (ک مشدد) چکر کے وزن پر ھے ، مکر ، فریب ۔ دانتاں ، دانت کی جمع ھے ۔ پھکی (پھ مکسور ، ک مشدد) ، پھیکی ۔ مروت (عربی) کے دکھنی تلفظ میں واو مخفف ھے ، مشدد نہیں ۔ پھیکی مروت گویا عدم مروت ھے ۔

سانپ کے کنڈلی مار کر بیٹھنے کی حالت کو چکی سے مشابہ بتایا ھے ، اور اس کی چال کو بجا طور پر چکر دار اور پر فریب کہا ھے ۔

(۹۲) لمبا تھا لنگنا تھا ، شہزادی کو کنچلا تھا ، پانی میں کی پنیا رانی کو میں کب دیکھا تھا ۔

[ساپ بھی مینڈک ، سانپ اور مینڈک

فائدہ : لنگنا (ل گ مفتوح ، پہلا نون غنہ اور دوسرا مشدد) ، لمبا سا ، لمبوترا ۔ پنیا (پ مفتوح) ، پانی کا ، پانی کی (رانی) ۔ مینڈک میں ڈ مضموم ھے ۔

لمبا اور للگلا سانپ کی صفت ہے ، پلپلا رانی مینڈک کا خطاب ہے ، اور اسی کو شہزادی بھی کہا گیا ہے ۔ شہزادی کو کچلنے کا ذکر غالباً اس حقیقت پر مبنی ہے کہ بعض بڑے بڑے سانپ مینڈکوں کو کھا جاتے ہیں ۔

(۹۳) تتّی دیوال پو بزرگ بیٹھ کو آنے جانے والیاں کو تبرک دیتیں ۔

[بچھو

فائدہ : تتّی (ت مضموم ، ٹ مشدد) ، ٹوٹی ہوئی ۔ بزرگ (ب ر مضموم ، ز ساکن) ، بزرگ ۔ تبرک (ت مفتوح ، ر مضموم) ، تبرک ، متبرک چیز ۔ دیتیں (پہلی ی مجہول ، ت مفتوح) == دیتے ہیں ۔ والیاں (مذکر) ، والے ۔

ایک بزرگ ایک پرانی ٹوٹی ہوئی دیوار میں تشریف رکھتے ہیں ، اور آنے جانے والوں کو تبرک تقسیم کرتے ہیں ۔ یہ بزرگ بچھو ہیں ، اور لوگوں کو ڈسنا ان کا تبرک ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بچھو کی طبیعت کی صحیح اور واقعی تصویر ہے ۔

نیش عقرب نہ از پی کین است ۔ مقتضای طبیعتش این است

(۹۴) بیوی تھل تھل ، بوی پھل پھل ! تمارے تھل میں پانی ہے کیا ؟

[مینڈک

فائدہ : تھل پھل میں تھ مفتوح ہے ۔ تھل تھل ، ڈھیلا ڈھالا ، تھیلا سا ، ڈھیلے بدن کا آدمی ۔

یہ وہی انداز خطاب ہے جو ریچھ کی پہیلی (شمار ۸۶) میں اختیار کیا گیا ہے ۔

سانپ اور مینڈک کی پہیلی (شمار ٩٢) میں بھی مینڈک کو مونث قرار دیا ھے . اس سے معلوم ھوتا ھے کہ صحیح مخاطب مینڈک نہیں بلکہ مینڈکی ھے .

(٩٥) گدّے کا پکارا ' اوت کی گردن ' ھتھی کی بیٹھک . [مینڈک

فائدہ : گدّا (گ مفتوح ' د مشدد) ' گدھا . اوت (واو معروف) ' اونت . پکارا (پ مضموم) ' آواز ' بولنے کا طریقہ .

مینڈک کی صفات کا ذکر ھے . ھمارے ھاں کی ایک پہیلی میں مینڈک کی صفات کا ذکر یوں ھے کہ :

اونت کی بیتھک ' ھرن کی چال . وہ کون جناور جس کے دم نہ بال .

(٩٦) ییک شیشے میں دو رنگ .

[انڈا

دو رنگوں سے انڈے کی زردی اور سفیدي مراد ھے .

(٩٧) ابرک کی مڑی میں خدرت کا پانی . بادشا ' جاو راني آتی ھے .

[انڈا

اس سے پہلے ' ادرک کی پہیلی (شمار ٧٦) میں بھی قریب قریب یہی الفاظ آچکے ھیں . اس میں شبہہ نہیں کہ انڈے کے مفہوم کو ظاھر کرنے کے لیے " ادرک کی مڑی " سے " ابرک کی " مڑي بہتر ھے . انڈے کے چھلکے کو باریکی اور سفیدي کے لحاظ سے ابرک سے تشبیہ دینا نامناسب نہیں ھے . اور اُس کے اندر کا پانی بھی قدرت (خدرت) کا پانی ھے . لیکن بادشاہ اور رانی کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ھے .

(۹۸) آو سہیلی ، بازار کو جائیں گے ، ییک شیشے میں دو رنگ لائیں گے ۔

[انڈا

فائدہ : سہیلی (س مفتوح) ، سہیلی ۔

اوپر کی پہیلی (شمار ۹۶) میں اور اس میں صرف یہ فرق ہے کہ یہاں بازار جاکر ایک شیشی میں دو رنگ لانے کا ذکر ہے ۔ مضمون وہی ہے ۔

(۹۹) سُنّا ہے سنار نہیں ۔ روپا ہے دلال نہیں ۔ گنبد ہے دروازا نہیں ۔ بوجی ، بوجن ہار نہیں ۔

[انڈا

فائدہ : آخری جملے کے یہ معنی ہیں کہ میں تو اس پہلی کو بوجھ چکی ہوں ، مگر افسوس یہ ہے کہ اور کوئی بوجھنے والا نہیں ملتا ۔ مراد یہ ہے کہ اس پہیلی کا بوجھنا آسان نہیں ہے ۔

ہمارے ہاں کی ایک نہایت مشہور پہیلی کے الفاظ بھی یہی ہیں :

سوتا ہے سنار نہیں ۔ روپا ہے دلال نہیں ۔ گنبد ہے دروازہ نہیں ۔
پہیلی ہے بوجھن ہار نہیں ۔

(۱۰۰) چلو بھائی ، بازار کو جائیں گے ۔ ڈیبت نہیں سو بینگن لائیں گے ۔

[انڈا

فائدہ : ڈیبت (ی مجہول) ، ڈنٹھل ، پھل کے اوپر کی ڈنڈی ۔

بینگن کی بیضوی شکل سے فائدہ اٹھا کر انڈے کو بینگن کہا ہے ۔ بینگن کے ساتھ عموماً ایک ڈنٹھل ضرور لگا ہوتا ہے ، جو انڈے میں نہیں ہوتا ہے ۔

(۱۰۱) گوش پکتا تھا ، چمڑا سکتا تھا ، بکرا چرتا تھا ۔

[انڈا بی بچا ، انڈا اور بچہ

فائدہ : گوش (واو مجہول) ' گوشت . سکتا (س مکسور) تھا ' سینکا جا رہا تھا .

اس پہیلی میں انڈے کے اندر حرارت غریزی کے ذریعے پک کر بچے کے تیار ہونے کا بیان ہے .

(۱۰۲) جھاڑ پو بیٹھا مرغی کاتا ' دیکھا سارا گاؤں . میرے سر کی خسم نہیں کھاتا ' تیرے سر پر میرے دو پاؤں .

[چیل

فائدہ : خسم (خ اور س مفتوح) ' قسم ' سوگند . دکھنی محاورے کے لحاظ سے آخری جملے میں لفظ پر کی جگہ حرف جر پو (واو مجہول) ہونا چاہیے تھا ' جیسا کہ پہلے جملے میں ہے . لیکن چوں کہ اس سے کچھ اور معنی (یعنی پرندے کے جسم کا ایک حصہ) مقصود تھے ' اس لیے بطور ایہام اور تجنیس کے پو کی جگہ پر کہا . اسی طرح آخری لفظ پاؤں نہیں بلکہ صحیح دکھنی جمع پاواں ہونا چاہیے تھا . مگر گاؤں سے قافیہ ملانے کے لیے پاؤں کہا .

چیل شکاری پرند ہے ' اس لیے اسے مرغی کاتا یعنی مرغی کا شکاری کہہ کر ' گویا شکار کی تاک میں ' درخت پر بٹھا دیا . عام تجربہ ہے کہ چیل ' مرغی ' بطخ ' کبوتر وغیرہ پالتو پرندوں کے چوزوں کی دشمن ہوتی ہے ؛ اور جب اسے موقع ملتا ہے ایک دم سے ان پر جھپٹتی اور پکڑ کر لے جاتی ہے . اس کا اظہار یہاں یوں کیا ہے کہ اس بات کو سارے گاؤں نے دیکھا ہے ' یعنی سب جانتے ہیں . آخری جملے کے تین لفظ ' یعنی سر ' پر اور پاؤں سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ پہیلی کسی پرندے کی ہے . کہنے والا اپنے (میرے) سر کی قسم نہیں کھانا چاہتا . " میرے " کے مقابلے میں " تیرے "

لاکر سننے والے کو الجھن میں ڈال دیا گیا ھے ' گو بیچارے سننے والے کے سر پر دونوں پاؤں رکھ دینا انسانیت اور تہذیب سے بعید ھے !

ھمارے ھاں محض " پرند " کے مفہوم کو مد نظر رکھ کر ایک پہیلی کہی جاتی ھے ' جو بچوں میں بہت عام ھے . سادگی اور اختصار داد کے قابل ھے :

ایک جانور (یا جناور) ایسا دیکھا ' جس کے سر پر پیر .

(۱۰۳) یہیگ جناور ایسا ' اس کی دم میں لگیا پیسا .

[مور

فائدہ : لگیا = لگا ' لگا ھوا .

مور کی دم کے پروں کے نشانوں کو عموماً پیسے ھی سے تشبیہ دی جاتی ھے . مور کی پہیلی ھمارے ہی یہاں اسی طرح کہی جاتی ھے :

ایک جناور ایسا ' اس کی دم پر پیسا .

(۱۰۴) اُپر سے ھمارے ماموں آئے ' کاں کاں کے اخبار لائے .

[کوّا

فائدہ : اپر (الف مضموم ' پ مشدد مفتوح) ' اوپر . کاں کاں = کہاں کہاں . اخبار (خبر کی جمع) ' خبریں .

بچوں کے عرف میں کوے کا نام ماموں اور کالے ماموں ھے . عام عقیدہ ھے کہ کوا مہمان کے آنے کی خبر لاتا ھے . اس لیے کہا ھے کہ وہ جگہ جگہ کی (کاں کاں کے) خبریں لاتا ھے . کاں کاں میں توریہ ھے : اسم ظرف اور اسم صوت (کوے کے بولنے کی آواز کی نقل) دونوں معنی اس میں جمع ھیں .

سید انشاء نے ریختی میں مستزاد در مستزاد میں ایک "نسبتی" پہیلی لکھی ھے ' جس میں کوے کی شکل اور اس کی مخبری کی صفت یوں بیان کی ھے :

وہ کون جسے یوں سے اُدھر دیکھو تو چلّو [۱] —
دھیڑ [۲] نہ وہ الو ' آگے ہی سے آکر
گھر والے کے آنے کی خبر ہے وہ سناتا .
مت بھول دوانی ' کوا اری جانی !

(۱۰۵) جھاڑ پو مرغ پکائے ' کھایا سارا گاؤں . خسم خدا کی ' کوئی نہیں کھائیے ' سر پر دو پاؤں . [مرغ

فائدہ : مرغ میں ر مفتوح ہے .

یہاں پہیلی نمبر ۱۰۲ کی طرح آخری جملے میں لفظ پر میں توریہ اور تجنیس کرکے پرندے کا ذکر کیا ہے . چوں کہ شروع میں مرغ کا ذکر ہے ' اس لیے مسلم ہے کہ مرغ ہی اس پہیلی کی بوجھ ہے .

مرغ کی ایک بہاری پہیلی بھی تقریباً ان ہی الفاظ میں ہے :

جھاڑ پر مرغ پکایا ' دیکھے سارا گاؤں
امیر خسرو یوں کہیں ' سر پر دو پاؤں

[امیر خسرو کے نام کو پہیلیوں ' کہہ مکرنیوں ' انملوں ' نسبتوں وغیرہ سے کچھ ایسی نسبت ہو گئی ہے کہ اسے جا و بے جا ہر جگہ داخل کردیا جاتا ہے ؛ ورنہ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ پہیلی امیر خسرو کی نہیں ہے .]

(۱۰۶) روپے کا سندوق ' سُتّے کے خانے . نکلیں گے مولے ' کھیلیں گے پہچانے .

[مرغی کے چوزے

---

[۱] اس مصرعے کے الفاظ کی صحت میں مجھے شبہہ ہے . میں نے کلیات انشا کے تین نسخے دیکھے ' سب میں اسی طرح پایا .

[۲] دھیڑ ' اور دھیڑی کوا ' کوے کی اور قسمیں ہیں . یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ دھیڑ ایک اور پرندے کا نام ہے . یہاں انشا کے قول سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے .

فائدہ : سندوق (س مضموم ' د مفتوح یا مضموم) '.صندوق '
چاندی (روپے) کا صندوق انڈا ھے ' اور اس میں سونے (سلے) کے
خانے اس کی زردی (؟) ھے . چوزوں کو ممولوں سے تشبیہ دی گئی ھے '
اور آخری جملے میں ان کی مشہور و معروف غلیظ عادت کا ذکر ھے .

(۱۰۷) ایک جناور پردہ پوش ' اندر چمڑا اوپر گوش .
[مرغی کی پتھری

فائدہ : پوش اور گوش (گوشت) کا قافیہ قابل ملاحظہ ھے .
پتھری میں گو کہ جان نہیں ھوتی ' مگر اسے جانور کہا گیا ھے .
بے جان کو اس طرح جان دار بنانا ھمارے ھاں کی پہیلیوں میں
بھی عام ھے .

ایک بہاری پہیلی میں بھی یہ مضمون اسی طرح ادا ھوا ھے :
ایک بجھول بوجھو دوست : اوپر چمڑا ' نیچے گوشت

(۱۰۸) ھریا ڈغلا ' لال لغام . بولو بیٹا خاں تیں تیں تیں .
[توتا

فائدہ : ھریا (ھ مفتوح) ' ھرا ' سبز . ڈغلا (ڈ مفتوح) ' دگلا '
دگلم . لغام ' لگام . تیں (ی معروف) ' توتے کے بولنے کی آواز .
پہلے جملے میں توتے کا رنگ بتایا ھے . دوسرے میں اسے بیٹا خاں
کہہ کر خطاب کیا ھے ' اور اس کی بولی کی نقل کی ھے . اس نقل صوت
کی وجہ سے پہیلی کا بوجھنا آسان ھو جاتا ھے .

امیر خسرو کی ایک پہیلی میں توتے کی تعریف یوں ھے :

سبز رنگ اور مکھ پر لالی ' اس پیتم کی کنٹھی کالی .
بھاو سبھاو جنگل میں ھوتا . اے سکھی ساجن' نا سکھی توتا !

اسی کو امیر نے یوں بھی ادا کیا ھے :

اتی سرنگ ھے رنگ رنگیلو ، اور گن ونت ، بہت چٹکیلو .

رام بھجن بن کبھو نہ سوتا . اے سکھی ساجن، نا سکھی توتا !

اسی رنگ میں امیر کی ایک اور پہیلی قابل داد ھے ، جس میں توتے کی اور صفات کا بیان ھے :

گھر آویں مکھ پھیر دھریں . دیں دھائی ، من کو ھریں ،

کبھو کرت ھیں میٹھے بین ، کبھو کرت ھیں روکھے نین .

ایسا جگ میں کوؤ ھوتا ؟ اے سکھی ساجن ، نا سکھی توتا !

(۱۰۹) یک جناور عجائب دیدم : پای خر و دم مار و چشم آھو ، فیل گردن .

[تدا

یہ پہیلی گویا فارسی زبان میں ھے . لطف یہ ھے کہ بچے اور جاھل عورتیں بھی اسے بڑی خوبی کے ساتھ اضافتوں سمیت ادا کرتے ھیں . جو کچھ رٹ لیا جائے ادا ھو جاتا ھے . شروع سے آخر تک تدے کی ھیئت کذائی بیان کی گئی ھے .

(۱۱۰) دیوال میں کی بیٹی .

[تمبی ؛ تدی

فائدہ : تمبی (ت مضموم) ، تدي ، تیڑی .

اس سے قبل ھم میخ کی پہیلی (شمار ۴۶) میں بھی یہی اسلوب دیکھ چکے ھیں . وھاں ظرف " میں " اور " خاں " کو ملا کر تجنیس زاید کی صورت پیدا کرکے بڑی خوبي کے ساتھ دیوار (دیوال) اور میخ کا تعلق ثابت کیا ھے . یہاں تدي کو اس کے رھنے کی جگہ کی رعایت سے دیوال کی بیٹی کہا ھے .

(۱۱۱) پہاڑ پوسنکل ۔

[مکھڑی بی جالا ، مکڑي اور جالا

فائدہ : سنکل (س ک مفتوح) ، زنجیر ۔

دیوار ، چھت وغیرہ کو پہاڑ سے ، اور جالے کو زنجیر سے تشبیہہ دی گئی ھے ۔ پہاڑ کے تخیل کا استعمال ہم اس سے پہلے کوئلے (شمار ۳۱) اور حقے (شمار ۸۴) کی پہیلیوں میں بھی دیکھ چکے ہیں ۔

(۱۱۲) چلو ، سکھی ری بزار کو جائیں گے ۔ جھلملی سیلا لائیں گے :

درزی سی نہیں سکتا ، دھوبی دھو نہیں سکتا ، بادشاہ پہن نہیں سکتا ۔

[مکھڑي کا جالا

فائدہ : سکھي (س مضموم) ، سکھی ، سہیلی ۔ بزار (ب مفتوح) ، بازار ۔ جھلملی (جھ م مکسور) ، باریک ، جالی دار ، چمک دار ، نفیس و نازک (کپڑا) ۔ سیلا (ي مجہول) ، کپڑا ، باریک نازک کپڑا ۔ پیہننا (ي مجہول) ، پہننا ؛ پہن نہیں سکتا ، پہن نہیں سکتا ۔

مکڑي کے جالے کی صفات کیسی صحت کے ساتھ بیان کی ھیں ۔ چوں کہ سیلا جھلملی کا ھے ، اس لیے اس کے پہن نہ سکنے کی طاقت کو بادشاہ سے منسوب کیا ھے ۔ ایسا نفیس جھلملی سیلا بادشاہوں کے قابل ھے ، مگر افسوس کہ اسے بادشاہ بھی نہیں پہن سکتا ۔

اس پہیلی کی ایک اور صورت بھی ھے ، جس میں " جھلملی سیلا " کی جگہ " جھلک ملک کا سیلا " کہا جاتا ھے ۔ معنی دونوں صورتوں میں ایک ھی ہیں ۔ جھلک ملک میں جھ ، ل ، م ، ل مفتوح ہیں ۔

(۱۱۳) آرسی انگن ، فارسی گدنبھا ۔ کاٹی تو گتی ، دودہ تو مٹھا ۔

[مہال

فائدہ: گدّي (گ مکسور ' د مشدد ' ي معروف) ٹھلگلی '
چھوٹے سے قد کي ۔ مٹھا (م مکسور ' ٹھ مشدد) ' میٹھا ۔

آرسی فارسی محض قافیہ کے لیے ھیں ' اور کوئی معنی نہیں
رکھتے ۔ آنگن (انگن) اور تالاب (گلنٹھا) سے مہال کی وسعت اور شہد سے
پُر ھونے کا اظہار مقصود ھے ۔ ٹھنگنی سی گاے (گائی) شہد کی مکھی ھے ' اور
اس کا میٹھا دودہ شہد ھے ۔ آنگن اور تالاب کا ذکر شاید اس لیے بھی ضروری
سمجھا گیا ھو کہ اس گاے کے رھنے اور پانی پینے کی جگہ بھی چاھیے ۔
تالاب سے ضمناً یہ بھی معلوم ھو جاتا ھے کہ اس میں پانی (یعنی شہد)
بکثرت موجود ھے ۔ امیر خسرو کی ایک پہیلی ھے :

ایک مندر کے سہسر در ' ھر در میں تریا کا گھر ۔
بیچ میں وا کے امرت تال ! بوجھ ھے اس کی بڑي محال !

ھمارے ھاں کی ایک پہیلی میں اسی مضمون کو ایک اور طرح
ادا کیا گیا ھے :

ایک مندھی اور جوگی ساتھ ۔ سب کا نیارا نیارا ٹھاٹھ ۔
اندر چور جو آکے لاگے ' جوگی بین بجا کے بھاگے !

(۱۱۴) باھر سے آے للّو ' دوکھا دئے چنڑ کھلّو ۔

[مکھی

فائدہ : للو (پہلا ل مفتوح ' دوسرا مشدد ' واو معروف) ' فرضی
نام ۔ دوکھا (واو مجہول) ' دھوکا ۔ چنڑ کھلو (کھ مضموم ' ل مشدد '
واو معروف) ' جس کا چوتڑ کھلا ھوا ھے ' ننگا ۔

مکھی کو ایک فرضی نام دے کر اس کی برھنگی کا ذکر دیا ھے ۔
اور کسی طرح کا اتا پتا نہیں دیا ۔ تاریک سی پہیلی ھے ۔

سید انشا کے ہاں مکھی کی پہیلی یوں ہے :

پھارسی الٹو کوکر ہووے . کوؤ نہیں جو وا کو کھووے .
یہ کم الٹی ' سیدھی بہت . ہے یہ پہیلی ایک اچھت .
دیکھو آہ کے جہاز سمیت . سب کچھ ندگا پیٹھ کہ پیت .
ترکے وا کے سیس للات ؛ کھلے انچھر لیوے چات .

[فارسی لفظ "مگس" کو الٹنے سے "سگم"=میرا کتا (کوکر) ہو جاتا ہے . اس کے سر میں ماتھا (للات) تکونا (ترکا) سا ہوتا ہے ' اور وہ لکھے ہوے کھلے حرفوں کو چات لیتی ہے .]

(۱۱۵) کالا ہے ' کوا نیں . سر بڑا ' ہتھی نیں . کمر پتلی ' شرزا نیں . جھاڑ چڑتا ' باندرا نیں .

[مکھوڑا ' چیونٹا]

فائدہ : کمر (ک مفتوح ' م مشدد مفتوح) ' کمر . شرزا (ش مفتوح) ' شرزہ ' (دکھنی میں) تیندوا ' جنگلی بلاؤ .

شروع سے آخر تک چیونٹے کی صفات بیان کی گئی ہیں . وہ کالا ہے مگر کوا نہیں ہے ؛ اس کا سر بڑا ہے ' مگر وہ ہاتھی نہیں ہے ؛ کمر پتلی سی ہے ' مگر وہ تیندوا نہیں ہے ؛ وہ درخت پر بھی چڑھتا (چڑتا) ہے ' مگر بندر (باندرا) نہیں ہے .

ہماری ایک ہندستانی پہیلی میں چیونٹے کے حلیے کے ساتھ اس کی تھوڑی سی عمر کی خصوصیت کو بھی جمع کیا گیا ہے :

شیام برن ' کٹ پاتلی ' رکت نہ واکے بیچ .
برسوں کا سامان کرے ' اور پرسوں آوے میچ !

(۱۱۶) رتی بھر سا پیٹ ' کھا گئی سارا کھیت . اس پیٹ پو ماٹی پڑو ' کھا گئی سارا کھیت .

[دیوک ' دیمک

بالکل صاف پہیلی ھے . چوں کہ وہ کھیت کا کھیت کھا جاتی ھے ' اس لئے دوسرے جملے میں اس کے پیٹ ھی کو کوسا گیا ھے کہ اس کا پیٹ مٹی میں مل جائے ' غارت ھو جائے . اس کو سنے میں یہ بھی خوبی ھے کہ دیمک کا گھر بھی بالکل مٹی ھی کا ھوتا ھے .

(۱۱۷) اتی سی بٹیاں ' چٹکی سا پیٹ . اجاڑ پیٹ پو ماٹی پڑو ' کھا گئی سارا کھیت .

[دیوک

فائدہ : اتی سی (الف مفتوح ' ت مشدد) ' زرا سی ' ننھی سی . بٹیاں (ب مکسور) ' بٹیا ' بیٹی .

اس پہیلی کا بھی بالکل وھی مضمون ھے جو اس سے قبل کی پہیلی کا ھے . یہاں اجاڑ کہہ کر بددعا کو اور زیادہ سخت اور سنگین کر دیا ھے . محض '' اُجاڑ '' اور ''اجاڑ ھو جاؤ'' دکھنی عورتوں کے محاورے میں ویسے ھی استعمال ھوتا ھے جیسے ھمارے ھاں کی عورتیں ''اجڑو'' کہا کرتی ھیں .

(۱۱۸) اتر تلے پھتر ' پھتر تلے پیسا . بن پانی کے محل بنایا ' وہ کاری گر کیسا !

[دیوک

فائدہ : اتر میں الف مفتوح اور ت مفتوح مشدد ھے . یہ اور پھتر (=پتھر) ھم وزن ھیں . تلے (ت مفتوح ' ل مشدد ' ی مجہول) ' تلے ' نیچے .

پہلے جملے میں محض قافیہ پیمائی ہے ۔ ممکن ہے کہ اس سے یہ دکھانا بھی منظور ہو کہ دیمک کو فن تعمیر میں کیسا کچھ کمال حاصل ہے ۔ دوسرے جملے میں بھی دیمک کی اس خصوصیت کا ذکر ہے ' اور اس پر بجا طور پر تعجب ظاہر کیا گیا ہے ۔

(١١٩) یک مسجد ' دو خانے ۔ یار آئیں پتنگی کھانے ۔

[مچھر]

فائدہ : آتیں (ت مفتوح) ' آتے ہیں ۔

مسجد اور اس کے دو خانے سے ناک اور دو نتھنے مراد ہیں ۔ دوسرے جملے میں جن یاروں کا ذکر ہے کہ آتے ہیں اور پتنگے جاتے ہیں ' وہ مچھر ہیں ۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مچھروں کو ناک سے کیا تعلق ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جسم کے اور حصوں پر بیٹھنے کے علاوہ کانوں کے پاس آکر اکثر بھنبھناتے ہیں ' اور اپنے پروں کی آواز سے سہما دیا کرتے ہیں ۔ اس سے قبل ایک اور پہیلی (شمار ٢١) گزر چکی ہے ' جس کا انتر ناک کا ویلتھ ہے ' مگر الفاظ وہاں بھی یہی ہیں ۔

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی میں مچھر کا تخیل ملاحظہ ہو :
کمر پتلی ' پر سہاونے ؛ کہیں گئے ہوں گے بین بجاونے ۔
امیر خسرو نے مچھر کی ایک پہیلی یوں کہی ہے :
جب مورے مندر ماں آوے ۔ سوتے مجھ کو آن جگاوے
پڑھت پھرت وہ برہ کے اچھر ۔ اے سکھی ساجن؟ نا سکھی مچھر ۔

(١٢٠) انگلی سے کھٹ کھٹ کرو ' انگلی سے انگلی ملو ۔

[کھٹمل]

فائدہ : انگلی (الف مفتوح) ' انگلی ۔

حقیقت میں یہ ایک گونگی پہیلی ھے ' جس کے لیے اشارے بتائے گئے ھیں ۔ کھت (کھ مفتوح) کرو ' اور ملو (م مفتوح) کہنے سے کھت + مل بن جاتا ھے ' اور اس سے کہہ مکری کی شان بھی پیدا ہو جاتی ھے ۔

(۱۲۱) کالی تھی کجلوتی تھی ' کالے بن میں سوتی تھی ' لال شروا پیتی تھی ' سرائی انڈے دیتی تھی ۔

فائدہ : سرائی (س مضموم) ' صراحی ۔

جوں کالی ھوتی ھے ؛ کالے بن یعنی سر میں رھتی ھے ؛ لال شروا یعنی خون پیتی ھے ؛ صراحی کی شکل کے انڈے دیتی ھے ۔

اس کی ایک اور روایت میں آخری جملہ یوں ھے کہ ''اجلے انڈے ھگتی تھی ۔''

ھمارے ھاں کی ایک پہیلی میں بھی تقریباً یہی الفاظ ھیں ' مگر انڈوں کا ذکر نہیں ھے :

کالی تھی کجلوتی تھی ' کالے بن میں رھتی تھی ' لال پانی پیتی تھی ۔

ایک اور مشہور اور لطیف پہیلی ھے کہ

سردھنے سے چور چلا ' کان پور میں شور پڑا ' ھستنا پور میں پکڑا گیا ' نوح پور میں مارا گیا ۔

اس میں سردھنہ ' کان پور ' ھستنا پور اور نوح پور سب مقامات کے نام ھیں ' جن سے توریہ کے طور پر بالترتیب سر ' کان ' ھاتھ اور ناخن مراد ھیں ۔

(۱۲۲) ییک جناور ھر ' وو کبھی نہ موچا پر ۔

[پتنگا

فائدہ : موچنا (واو معروف) ' بند کرنا ؛ موچا = اس نے بند کیا . لفظ ہر یہاں محض پر (پ مفتوح) سے تک ملانے کے لئے لایا گیا ہے . (دیکھو شمار ۳ و ۸۳) . وو (واو مجہول) ' وہ . پتنگے کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ کبھی اپنے پروں کو سمیٹ کر نہیں بیٹھتا .

ساتویں فصل

نباتات ' ترکاریاں ' پھل ' پھول وغیرہ

(۱۲۳) جھاڑ تو جھکڑ ' پھول تو پھکڑ ' نام تو کیکر خاں . ہر جنگل میں بیس بسے ' یہ تماشا کاں ؟

[جھاڑ ' درخت

فائدہ : کاں ' کہاں . بیس میں ی مجہول ہے . جھکڑ اور پھکڑ ہم قافیہ اور مہمل الفاظ ہیں ' کیکر ' یعنی ببول ' کے نام سے درخت کا ایک فرضی نام بنا لیا گیا ہے ' لفظ بیس غالباً فارسی بیش (بہت ' زیادہ) ہے . ہر جنگل میں بہت سے درخت ہوتے ہیں . پہلے جملے کے الفاظ وہی ہیں جو دروازے کی پہیلی (شمار ۲۳) میں آچکے ہیں . غنیمت ہے کہ دوسرا ہی جملہ مختلف ہے . امیر خسرو نے اس سے اچھا پتہ دیا ہے :

دوارے مورے کھڑا رہے * دھوپ چھاؤں سب سر پر سہے
جب دیکھوں موری جاوے بھوکھ * اے سکھی ساجن ؟ نا سکھی روکھ !

(۱۲۴) جنگل میں کھڑے ہیں ونکٹ رام : سر پو چھتری ایکچ ٹانگ .

[تاڑ کا جھاڑ

فائدہ : ایکچ (ی مجہول ' ک مکسور) ایک + چ ' ایک ہی . ونکٹ رام درخت کا فرضی نام رکھ دیا گیا ہے . دوسرے جملے میں تاڑ کی ہیئت کذائی کا بیان ہے .

محمد امین چریا کوٹی نے کتاب جواہر خسروی (ص ۱۹۰) میں سید حسین شاعر کی تاڑ کی ایک پہیلی نقل کی ہے ' جو تاڑ کی نہایت لطیف تصویر ہے :

پتال کواں اکاس پانی   یہ پنہاری میں پہچانی
سر پر ہاتھ کمر پر گھڑا   اے پنہاری کیسے بھرا ؟

(۱۲۵) بوڑ کا جھاڑ ' بارے کا دھڑ.

[تاڑ کا جھاڑ

گدّھے سے سر (بوڑکا) کا ایک درخت ہے ' جس کا دھڑ ہوا (بارہ) کا بنا ہوا ہے ' یعنی پتلا سا ہے .

(۱۲۶) ہرا دگلا ' سیاہ جامہ بدن میں . لو خوشی کر لو ' آتیں انجمن میں .

[تاڑ چکا ' تاڑ پھل

فائدہ : آتیں = آتے ہیں . تاڑچکا میں چ مفتوح اور ک مشدد ہے . بہت سے بچے (یا لوگ باگ) جمع ہیں ' اور تاڑ چکا لایا گیا ہے . ایسی لذیذ اور عزیز چیز کے آنے پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے .

(۱۲۷) دھڑ تیرے ہلپ میں ' جھنّاں تیرے دانتاں میں .

[تاڑچکا

فائدہ : ہلپ (ہ مفتوح ' ل مشدد مفتوح) ' حلق . جھناں (جھ مفتوح ' ن مشدد) ' جھنجھناہٹ .

تاڑچکے کو کھانے کے احساس کا اظہار کیا جا رہا ہے . اسے مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ تیرا دھڑ ہمارے حلق میں ہے ' اور تیری جھنجھناہٹ ہمارے دانتوں میں محسوس ہو رہی ہے . دوسرے جملے

کی صحت میں مجھے شبہہ ہے ' کیوں کہ تاڑچکا کھاتے ہوے دانتوں میں ایسی کیفیت محسوس نہیں ہوا کرتی ۔

(۱۲۸) اپر سے گریا بغدا بچہ ۔ موں لال ' کلیجے بال ۔

[تاڑ چکا

فائدہ : گریا=گرا ۔ بغدا (ب مضموم) ' چھرا ' باورچی یا قصائی کی چھری ۔ بغدا بچہ ' خونی رنگ کا ' لال رنگ کا بچہ ۔ موں (واو معروف)=منہ ۔

تاڑ چکے کی ہیئت کذائی ہے ۔ چوں کہ تاڑ میں سے گرتا ہے اس لیے اوپر (اپر) سے گرا کہا گیا ہے ۔

(۱۲۹) کالی شرائی میں تیتوں ۔

[تاڑ چکا

فائدہ : شرائی (ش مفتوح) ' شرعی وضع کا پاجامہ ' پاجامہ ' تاڑ چکے کے باہر کا خول سیاہ رنگ کا ہوتا ہے ' اس لیے اسے اس طرح ظاہر کیا گیا ہے ۔

(۱۳۰) اسلتا مسلتا ' ہات میں لیے تو پھسلتا ۔

[منجل

اسلتا مسلتا میں الف س ' م س مفتوح ہیں ۔ منجل (م مضموم ' ج مفتوح) ' تاڑ پھل کے اندر سے ایک لعاب دار تکیا سی نکلتی ہے ' جو مزے میں پھیکی مگر سوندھی ہوتی ہے ۔ لعاب دار ہونے کی وجہ سے ہاتھ میں لینے سے پھسلتی ہے ۔

یہ مسلا منجل اور صابن دونوں کے لیے مشترک ہے ۔

(۱۳۱) خون بھرک کو سموسے ' اس میں چنچناتا گھی ۔ بھائی جاتیں بات کو ' ان میں میرا جی ۔

[منجل

خون (واو معروف) ' خوان . بھرک کو=بھر کر ' بھرا ھوا . چٹپٹاتا میں چ اور پ دونوں مفتوح ھیں ' چٹ پٹاتا ھوا ' کڑکڑاتا ھوا گھی . باٹ ' راستہ .

منجل کو سموسے سے اور اس کے اندر کے عرق کو گھی سے تشبیہ دی ھے . بھائی سفر کو جارھے ھیں . کہنے والے کا جی غالباً ان میں اس لیے پڑا ھے کہ وہ منجل جیسی نعمت سے محروم رہ جائیں گے .

(۱۳۲) یک جناور ھر . اس کے ھڈاں کھر . کھائے لوگ ' گلی شر .

[گنا

فائدہ : ھڈاں ' ھڈ (ڈ مشدد) کی جمع ' ھڈیاں . ھر اور کھر ' برائے قافیہ : ھر سے ھرا ' اور کھر سے صوتی مناسبت سے خشک کے معنی ھوسکتے ھیں . گلی (گ مضموم ' ل مشدد) ' پھوکٹ ' چوسنے کے بعد بے رس کے ریشے . شر (ش مفتوح ' ھر اور کھر کا قافیہ) ' پھینکنے کی سرسراھٹ کی آواز کی نقل .

ایک ھری سی چیز ھے ' جس کی ھڈیاں خشک سی دکھائی دیتی ھیں . لوگ اسے تو کھا لیتے ھیں اور پھوکٹ کو سر سے پھینک دیتے ھیں . کیا خوب صفت بیان ھوی ھے !

(۱۳۳) بھائی تم کو بن میں دیکھیا ' بن میں تمیں اور تھے . بھائی تم کو بنتے دیکھیا ' بننے میں تمیں چور تھے . بھائی تم کو گل میں دیکھیا ' گل میں تمیں مور تھے .

[گنا

فائدہ : تمیں (ت مکسور ' ی مجہول) ' تمہیں ' تم کو . پہلے جملے کے آخر میں لفظ اور (=کچھ اور ھی) کا استعمال دکھنی محاورے سے ھٹا ھوا اور ٹھیٹھ ھندوستانی ھے .

یہ سب گلے کی مختلف حالتوں کی تصویریں ہیں . جنگل (بن) میں کچھ اور صورت ہوتی ہے ؛ جب پکنے پر آتا ہے (بلتے ' بلنے میں) تو رس پیدا ہوجاتا ہے—اسی لیے چور کہا گیا ؛ اور تیار ہوجانے پر آخر میں بڑے بڑے پتے نکالتا ہے ' جس میں مور کی دم کی شباہت آجاتی ہے .

(۱۳۴) ییک جہاز تھا ' اس کا نام شیخ مدار تھا . ڈلی حرام تھی ' شروا حلال تھا .

[گنا

فائدہ : ڈلی (ڈ مفتوح ' ل مشدد) ' گوشت کی بوٹی ' ٹکڑا .

شیخ مدار فرضی نام رکھا گیا ہے . گنڈیری کو بوٹی ' اور رس کو شوربا (شروا) کہا ہے . گنڈیری چوسنے کے بعد پھینک دی جاتی ہے اور کھائی نہیں جاسکتی ' اس لیے اسے حرام تصور کیا ہے .

گنے کی ایک پہیلی ہمارے ہاں بھی اسی طرح کہی جاتی ہے :

ایک جانور ار ' اس کی گدھی میں دو پر . اس کا شوربا ہے حلال ' اس کی بوٹی ہے مردار .

شکل کے لحاظ سے گنے کی ایک پہیلی کہی جاتی ہے ' جو بہت عام اور بچوں کو بہت عزیز ہے :

لٹھ، پکڑ زتھ، ' کچھ، شہریلی کچھ، لذت ' کرلے غتم غٹا غٹ .

(آخری الفاظ میں پہلی دونوں ٹ مشدد ہیں) .

ایک اور پہیلی ہے :

زلف میں الجھا ہوا ہوں ' پاؤں میں زنجیر ہے .

گانٹھ کا پورا ہوا ہوں ' قتل کی تدبیر ہے !

اس میں زلف ' زنجیر ' گانٹھ اور پورا قابل غور ہیں .

اس سے بھی اچھی اور اس سے زیادہ معروف یہ ہے :

آنکھ لگتے ہی جان کھو بیٹھے ،
جان شیریں سے ہاتھ دھو بیٹھے .
کپڑے چھینیں گے پوست نوچیں گے ،
دشمن جان خون پی لیں گے .

آنکھ ، جان شیریں ، کپڑے پوست اور خون کس خوبی سے لائے گئے ہیں .

اسی نوع کی ایک اور پہیلی یوں ہے :

بالے پن میں آنکھ لگی اور دل میرا للچایا .
گانٹھ کا پورا آنکھ کا اندھا ، ایسا سیاں پایا .

گلے کو " گانٹھ کا پورا ، آنکھ کا اندھا کہنا " کیسی بلند پایہ بلاغت ہے !

(۱۳۵) اتا نہ پتا ، تو کس گلی میں رہتا ؟ یتم کا پانی پی لے کو پتیاں میں چھپتا .

[بینگن

فائدہ : اتا پتا (الف پ مفتوح ، ت مشدد) ، اتا پتا ، پتا نشان . گلی (گ مفتوح ، ل مشدد) ، گلی ، کوچہ . رہتا (رہ حرف مرکب مفتوح ، ت مشدد) ، رہتا . یتم (ي مفتوح ، ت مشدد مفتوح) ، ڈھیکلی . پی لے کو = پی کر . چھپتا (چھ مفتوح) ، چھپتا ، چھپا رہتا ہوں .

بینگن عموماً اپنے پودوں کے اندر کانٹے دار پتوں کے پیچھے چھپا رہتا ہے . اس لیے اس سے سوال کیا گیا ہے کہ تیرا پتا نشان نہیں ملتا ، آخر

تو کس گلی میں رهتا هے . وہ جواب دیتا هے کہ میں تهیکلی کا پانی پیتا هوں اور پتوں کے پیچهے چهپا هوا پڑا رهتا هوں .

همارے هاں بهی ایک پہیلی تقریباً ان هی الفاظ میں هے ' مگر خطاب براہ راست هے :

مهتا رے مهتا ' تو کس گلی میں رهتا ؟ تهیکلی کا پانی پیتا ' پتوں میں چهپ رهتا .

اهل بهار نے اسی خیال کو اور مشکل کرکے پیش کیا هے ' اور کانٹے کا ذکر کرکے ایک گونہ لطافت پیدا کر دی هے :

ایک بجهول بجهیو ' رن میں جهجیو ' کانٹا چبهیو ' تب بهی نہ بجهیو .

(۱۳۶) اتے بهائی اتے ' کس گلی میں رهتے ؟ پتم کا پانی پی لے کو پتهاں میں رهتے !

[بهاگن

فائدہ : اتے اور رهتے میں ت مشدد هے .

یہ اوپر کی پہیلی کی ایک اور صورت هے . یہاں خطاب براہ راست اور زیادہ شریفانہ هے . مضمون وهی هے .

(۱۳۷) سیاہ جامہ هری پگڑی . کہیں جاتیں شادی و غم کو .

[بهاگن

فائدہ : جاتیں (ت مفتوح) ' جاتے هیں .

پہلے جملے میں بهاگن کی وضع اور رنگ کا ذکر هے ' اور دوسرے میں اس کا اظہار هے کہ بهاگن خوشی اور غم دونوں موقعوں اور تقریبوں میں کام آتا هے . جس ادب کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا هے اس سے اس

حقیقت کا کچھ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ یہ ترکاری اہل دکن کو کس قدر عزیز اور مرغوب ہے ۔

(۱۳۸) ہری پٹھاری ' کانٹیاں سے سنواری ۔

[کریلا

فائدہ : پٹھاری ' پٹاری ۔

کریلے کو ہری پٹاری سے تشبیہ دی ہے ' اور اس کے اوپر کے ابھرے ہوے دندانوں کو کانٹے کہا ہے ۔

(۱۳۹) ہری پٹھاری ' کانٹیاں سے بھری ۔ کھول کو دیکھے تو لال پری ۔

[کریلا

وہی اوپر کی پہیلی کی سی کانٹوں بھری پٹاری یہاں بھی موجود ہے ۔ اتنا اضافہ اور ہے کہ کریلے کے بیجوں کو لال پری سے تشبیہ دے کر پٹاری کے اندر کا حال بھی بیان کر دیا ہے ۔

(۱۴۰) کنولے کنولے پان ' کڑکڑاتے بیڑے ۔ میرا مسلا نیں بوجے تو تمارے موں بھرک کو کیڑے ۔

[کھیرا

کنولے (ک مفتوح ' نونِ غنہ) ' کچے ۔

کھیرے کو ہریالی کے لحاظ سے کچے کچے پانوں سے تشبیہ دی ہے ۔ کھاتے وقت بیجوں کے کچلے جانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی مناسبت سے کڑکڑاتے بیڑے کہا ہے ۔ آخری دعائیہ جملے میں سننے والے کے منہ (موں) میں کیڑے بھرے گئے ہیں ۔ کیڑے اور کھیرے میں ایک صوتی مناسبت ہے ' اس لیے یہ پہیلی ایک لطیف سی کہہ مکری بن جاتی ہے ۔

(۱۴۱) هری تھی گل بھری تھی ؛ لال راجا کے باغ میں لٹاں چھوڑ کو کھڑی تھی ۔

[مکا جاری کا بھٹا

اس کی ایک اور صورت بھی ھے ' جس میں ان ھی الفاظ کے خر میں اتنا اور اضافہ کیا جاتا ھے کہ : " راجا بھوت ماریا ' بے تاب ھو کو پڑی تھی " . راجا نے مجھے بہت مارا ' جس سے میں بے تاب اور بے ھوش ھوکے گر پڑی تھی ۔

ھمارے ھاں بھٹے کی جو پہیلی بہت عام ھے اُس میں اور اِس میں خفیف سا فرق ھے :

ھری تھی من بھری تھی ؛ نو لاکھ موتی جڑی تھی ؛ راجا جی کے باغ میں سبز دوشالا اوڑھے کھڑی تھی . آیا موا جاٹ کا ' میں اوندھے منہ گری تھی -

میرزا سودا نے بھٹے کی پہیلی یوں کہی ھے :

رت کو جوگی نہیں کن پھٹا ' گدڑی اوڑھے ' سر پر جٹا .
انگ انگ موتی سے چھاو ' چار مہینے جگت کو بھاو .

امیر خسرو کی ایک پہیلی بہت مشہور ھے :

آگے آگے بہنا آئی ' پیچھے پیچھے بھیا
دانت نکالے باوا آئے ' برقع اوڑھے میا

ظاہری وضع قطع پر امیر نے خوب کہا ھے کہ

سر پر جٹا گلے میں جھولی ' کسی گرو کا چیلا ھے .
بھر بھر جھولی گھر کو دھاویں ؛ اس کا نام پہیلا ھے .

ایک اور پہیلی ہے :

ایک ترور کا پھل ہے تر — پہلے ناری پیچھے نر
وا پھل کی یہ دیکھو چال : — باہر کھال اور بھیتر بال

محمد امین چریا کوتی (جواہر خسروی ، چیستان ، ص ۱۲) نے اسے امیر خسرو کی چیستانوں میں بھٹے کے نام سے درج کیا ہے ، مگر یہی پہیلی میرزا سودا کے کلیات میں آم کے تحت میں درج ہے ، اور عام طور پر بھی ایسا ہی مشہور ہے ۔ پہلے ، دوسرے اور چوتھے مصرعے سے بھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مقصود آم ہے نہ کہ بھٹا ۔

امیر نے بھٹے کی چھونچھ، کی ایک پہیلی خوب کہی ہے :

بال نوچے کپڑے پھاڑے موتی لیے اتار ۔
یہ بپتا کیسی بنی جو ننگی کر دئی نار !

محمد امین صاحب نے (ص ۱۸) پھاڑے کی جگہ پھٹے لکھا ہے ، جو صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔ نوچے اور لیے کے ساتھ پھٹے نہیں بلکہ پھاڑے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

محمد امین خان لودیانوی نے اپنی کتاب دانشمند اتالیق (مطبع مفید عام لودیانہ ، سنہ ؟) میں بھٹے کی ایک اور پہیلی درج کی ہے ، جس میں بھٹے کی شکل و صورت کے بیان کے بعد ایک اور قدم آگے بڑھ کر اسے کھانے والے کے منہ تک پہنچا دیا ہے :

قد ہے سرو کا ، سبزہ رنگ ، — کھلے بال اور موتی انگ ۔
برہ کا مارا اگن لگاوے — تب وہ پی کے منہ تک آوے ۔
(۱۴۲) ازار کھول کو بزار میں بیچے ۔

[بھٹا

فائدہ : کھول کو=کھول کر .

لفظ ازار سے نہ صرف ظرافت کا رنگ پیدا کرنے میں مدد ملی ' بلکہ بزار کا قافیہ بھی ہاتھ آگیا .

(۱۴۳) ہریا سندخ لال خانے ' اس میں بیٹھے سدی دیوانے .

[تربوز

فائدہ : سندخ ' صندوق . ہریا ' ہرا . سدي (س مکسور ' د مشدد ؛ عربی لفظ سیدی کی دکھنی صورت ہے) ' حبشی .

تربوز کے سبز چھلکے کے لحاظ سے اسے ہرا صندوق کہا ' اور اندر کے سرخ گودے کو لال خانے قرار دے کر اس میں سیاہ بیجوں کو سدي دیوانے بنا کر بٹھا دیا .

(۱۴۴) اے بی بی ' یہ تیرے سر میں چونڈا ' یہ نرالا شروا ' یہ تیرے کالے دانے ' یہ تیرے چار پھاکاں !

[تربوز

فائدہ : پھاکاں ' پھانکیں .

یہاں تربوز کو (نہ معلوم کس لحاظ سے) مؤنث فرض کر کے "بی بی" سے خطاب کیا ہے . اس کے ڈنٹھل کو چونڈا قرار دیا ہے ' رس کو شروا ' اور بیجوں کو دانے . پھانکوں کے ذکر میں چار کا عدد کوئي خاص اہمیت نہیں رکھتا.

ہمارے ہاں کی ایک پہیلي ہے :

کچا کٹھلا ' کچنار کی کلیاں ؛ شربت کے گھونٹ ' مصری کی ڈلیاں .

اسی کو اہل بہار یوں کہتے ہیں :

کانچ کا گھڑا ' کچنار کی کلی ؛ شربت کا پیالہ ' مصري کی ڈلي .

محمد امین خاں نے ایک پہیلی لکھی ہے (دانشمند اتالیق ' ص ۱۴) :

لندا ملندا ملندلی بھانت '   سر پر ناف ' پیٹ میں دانت .
بھگا بکرا وا کا ناؤں .   یا بوجھو ' یا چھانڈو گاؤں .

بھگا بکرا فارسی تر اور بوز کا ترجمہ ہے .

(۱۴۵) تو ھلتی تھی تو جلتی تھی ' تیرا کوک تیڑھا کیا ری ؟
تیرے پردے اندر پردا ؛ اندر کا کالا کیا ری ؟

] تربوز

ھلتی جلتی (ھ مفتوح ' ج مضموم) ' ھلتی جلتی . کوک (واو مجہول) ' کوکھ ـــــ دکھنی محاورے میں مذکر ہے . تیڑھا ' ٹیڑھا .

"اندر کا" سے بیج مراد ہیں ' جو عموماً اور زیادہ تر سیاہ ہوتے ہیں . کوکھ کوتیڑھا شاید اس لحاظ سے کہا ہے کہ اکثر تربوزوں کی شکل تھوڑھی میڑھی اینڈی بینڈی ہوتی ہے . لیکن اس کو عمومیت دینا صحیح نہیں ہے .

(۱۴۶) بادشا کی بیٹی ' خشخاش میں لوٹی (یا لیٹی) .

] تربوز

اوپر کی دونوں پہیلیوں میں تربوز کو مؤنث بنا کر ذکر کیا گیا ہے . یہی حالت یہاں ہے . اس سے قبل ہم پوری (شمار ۴۹) اور جلیبی (شمار ۹۱) کا لقب بھی بادشاہ کی بیٹی سن چکے ہیں . تربوز کی بیل چوں کہ زمین ھی پر پھیلتی ہے اور تربوز مٹی یا بالو میں رکھے رھتے ہیں ' اور "بادشاہ کی بیٹی" کا مٹی یا ریت میں لوٹنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ' اس لیے اس کو خشخاش میں لوٹتا ہوا دکھایا گیا ہے .

(۱۴۷) باپ داترا ' ماں جھیٹری . بیٹے نکلے مانک کے ٹکرے .

] پھنس ' کٹھل

فائدہ : داترا (ت ساکن) ' دنتیلا ' دانت نکالے ہوے . جھنٹری (پہلی ی بھی معروف ' ت ساکن) ' جھوتری ' بڑے بڑے مگر الجھے ہوے بالوں والی . تکڑے ' ٹکڑے .

باپ کٹھل کا اوپر کا چھلکا ہے ' جس پر دندانے ابھرے ہوتے ہیں . ماں سے اندر کے لمبے لمبے ریشے مراد ہیں' جن کے بیچ بیچ میں کوئے چھپے رہتے ہیں . کوئے سفید یا سفیدی مائل ہوتے ہیں ' اس لیے انہیں "مانک کے تکڑے" کہا گیا ہے . شاید اس لیے بھی ان کی اتنی قدر افزائی ہری ہو کہ وہ بہت سوندھے اور مزے دار ہوتے ہیں .

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی ہے : ہرے ہرے پتے ' بڑے بڑے کٹے .

(۱۴۸) آم کھائی امرائی میں ' ڈتھلی ستی بزار میں ' بو گئی دربار میں .

[پھنس

فائدہ : کھائی اور ستی (س مفتوح ' ت مشدد) کا فاعل میں (واحد متکلم مونث) محذوف ہے .

کٹھل کے کویوں کو آم سے تشبیہ دی ہے . دربار میں بو پھیلنے سے یہ مراد ہے کہ بو ہر طرف پھیلتی ہے . اور اس میں شک نہیں کہ کٹھل کی خوشبو بہت تیز ہوتی ہے اور دور دور تک پھیلتی ہے .

(۱۴۹) کھٹی چٹنی میٹھا بربٹ' پہلے کا مانا کیا ؟ پیلی ہوی چولی زر کی ' اتارنے کا مانا کیا ؟

[انانس ' اناناس

فائدہ : بربٹ (دونوں ب مفتوح) ' امچور ' آم کی سوکھی ہوی پھانکیں ' سیم (ترکاری) کی ایک قسم . مانا = معنی . پیلی (پہلی ی مجہول) ہوی = پہنی ہوی .

پہلے جملے میں اناس کے کھٹ مٹھے مزے کا بیان ہے ، اور دوسرے میں اس کے سنہرے رنگ کے چھلکے اور گودے کا .

(۱۵۰) اجب دیکھی ، ایسا دیکھی ، دیکھی ہندستان . اجب تماشا ایسا دیکھی : پھل کے موں میں پان !

[انانس

فائدہ : اجب (الف مفتوح ، ج مشدد مفتوح) = عجب . موں = منہ . چوں کہ عورت (یا لڑکی) بول رہی ہے ، اس لیے "دیکھی" (میں نے دیکھا) کہتی ہے . یاد رہے کہ دکھنی محاورے میں ہندستان کل براعظم ہندوستان کو نہیں بلکہ صرف شمالی ہند کو کہتے ہیں . ان کے نزدیک بندھیا چل کے سلسلے کے اوپر کا کل ملک ہندستان ہے اور اس کے جنوب میں دکھن ہے . اور ان کا یہ عقیدہ درست بھی ہے . ایک تو ہندوستان جیسا دور دست ملک خود عجب چیز ہے ، پھر ایک پھل جو منہ میں پان لیے ہوے ہے اور بھی نرالی چیز ہے .

ہمارے ہاں بھی اناس کی پہیلی اسی طرح کہی جاتی ہے ، مگر اس میں محض ہندستان نہیں بلکہ "سارا ہندستان" دیکھا جاتا ہے :

پورب دیکھا ، پچھم دیکھا اور دیکھا سارا ہندستان . ایک تماشا ایسا دیکھا : پھل کے منہ میں پان .

اس کی ایک اور صورت ہے ، جس میں "سارا ہندستان" کی جگہ "گجرات" اور "پان" کی جگہ "پات" کہتے ہیں - مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا .

(۱۵۱) ہات پھری ، بات پھری ، پھری ہندستان . ایسا تماشا نادر دیکھی : پھل کے موں میں پان

[انانس

وهی اوپر والی پہیلي کا تخیل هے ' اور وهی مضمون .

(١٥٢) بال هے جوں نہیں . اسمان هے تارے نہیں . پانی هے مچھی نہیں .

[نارل ' ناریل

فائدہ : اسمان (پہلا الف مفتوح) ' آسمان . مچھی (م مفتوح چھ مشدد) ' مچھلی .

ناریل کی صفت بلا شبہہ قابل تعریف هے .

(١٥٣) انمتا ' دهیں جمتا . جو منگتا ' هات نہیں جاتا .

فائدہ : انمتا (الف ن مفتوح ' م ساکن) = عربی انعمت (ت مفتوح) ' تونے بخشا ' دیا . دهیں (ده مرکب مفتوح ' نون غنہ) ' دهي . منگتا (ن غنہ) ' مانگتا .

انمتا (انعمت) سے معلوم هوتا هے کہ ناریل کتني بڑی نعمت هے . ناریل کا پانی جم کر گودا بن جاتا هے . دهی سے اس کي تشبیہ نہایت لطیف هے . چوں کہ درخت بہت اونچا هوتا هے ' اس لیے ظاهر هے کہ یہ دهي آسانی سے نہیں ملتي ؛ هاتھ نہیں جاتا !

اس پہیلي کي ایک اور روایت هے ' جس میں '' منگتا '' کي جگہ '' ترستا '' بولا جاتا هے .

همارے هاں کی ایک پہیلي بہت سادہ هے : کٹورے پہ کٹورا ' بیٹا باپ سے بھی گورا .

(١٥٤) هری مسجد سفید خانے . اس میں بیٹھ کو هیں سدی دیوانے .

[ستا پھل ' سیتا پھل

فائدہ : بیٹھ، کو ہوں ' بیٹھے ہیں . سفید میں س مفتوح ہے '
اور ستا پھل میں مکسور .

سبز رنگ کی وجہ سے سیتا پھل کو ہری مسجد کہا ہے . سفید خانے اس کا گودا ہے ' اور سیاہ بیج حبشی (سدی) دیوانے ہیں . یہی سدی دیوانے تربوز کے ہرے صندوق میں بھی بیٹھے نظر آتے ہیں (دیکھو شمار ۱۴۳) .

(۱۵۵) ہری مسجد سفید خانے . نماز پڑتیں سدی دیوانے .

[سعا پھل

فائدہ : پڑتیں (ت مفتوح) ' پڑھتے ہیں .

وہی اوپر کی پہیلی کا مضمون ہے ؛ فرق صرف یہ ہے کہ سدی دیوانے بیکار نہیں بیٹھے ہیں ' نماز پڑھ رہے ہیں ' سجدے میں ہوں .

(۱۵۶) لال سندخ ' سفید خانے . اس میں بیٹھے سدي دیوانے .

[رام پھل

وہی سیتا پھل کا مضمون ہے ' فرق صرف یہ نظر آتا ہے کہ رام پھل لال صندوق (سندخ) ہے نہ کہ ہری مسجد .

(۱۵۷) پہاڑ پو گولا لٹکیا .

[کوت ' کیتھا

فائدہ : لٹکیا ' لٹکا . کوت میں ک اور واو دونوں مکسور ہیں .

کیتھے کا درخت پہاڑ ہے ' جس پر (پو) گولا یعنی کیتھا لٹک رہا ہے .
پہاڑ کا تخیل پہلے بھي دیکھا جا چکا ہے (شمار ۳۱ ' ۸۲ ' ۱۱۱) .

(۱۵۸) مت جا چمن میں لالا ' کم رکھ، گلوں سے الفت .

چاروں طرف سے دشمن کندولے کھڑے ہوے ہیں .

[کندولا نارنگی

اگر آخری لفظ ''ہیں'' کو دکھنی تلفظ (ی معروف) سے نہ ادا کیا جائے تو یہ پہیلی دکھنی کی نہیں کہی جاسکتی . شروع کا حرف نفی ''مت'' بھی دکھنی میں استعمال نہیں ہوتا . اس لیے یہ شبہہ بے جا نہیں ہے کہ یہ پہیلی خالص دکھنی نہیں ہے ' بلکہ ہندستانی ہے . بہت سے بہت یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پہیلی حیدرآباد دکن سے مدراس دکن پہنچی ہوگی ' گو حیدرآبادی پہیلیوں کی زبان بھی بہت زیادہ دکھنی ہی ہوتی ہے .

یہ پہیلی کہہ مکری ہے . دوسرے مصرعے میں لفظ کنولے موجود ہے . دکھنی محاورے میں کنولا کم سن ' ناتجربہ کار ' بے سمجھ یا بے وقوف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے .

ہمارے ہاں نارنگی کی یہ پہیلی بچوں میں بہت عام ہے :

وقت ہے دوپہری ' بادشاہ کی کچہری ؛ جامہ ہے سنہری ' بند ہے دوپہری .

(۱۵۹) ہری چدر ' پہلی پدر . دانتاں اچک ' دیکھتی کدر ؟ [انار

فائدہ : چدر (چ مفتوح ' د مشدد مفتوح) ' چادر . پدر ' (چدر کے وزن پر) ' قافیہ مہملہ . کدر (ک مکسور ' د مشدد مفتوح) ' کدھر ' کس طرف . اچک (الف مکسور ' چ مشدد مفتوح) ' باہر نکلے ہوے (دانت) ' کھیس .

پیلی پدر سے چھلکے کے اندر کی زردی کا بیان مقصود ہے . انار کے دانوں کے ابھار کو کھیسوں (اچک دانتاں) سے تشبیہ دی ہے .

اس پہیلی کی ایک اور روایت ہے جس میں ''دانتا اچک'' کی جگہ ''دانتاں اچکا کو'' (الف مکسور ' یعنی اچکا کر ' دانت نکال کر ' کھیسیں نکال کر) کہا جاتا ہے .

(۱۹۰) هري گتھری ' موتھیاں بھری . سر پو تبخ ' سولی چڑی .
[انار

فائدہ : موتھیاں (واو مجہول) ' جمع موتھي کی ' موتي . تبخ (ت مفتوح ' ب مشدد مفتوح) ' طبق ' طباق . چڑی (چ مفتوح) ' چڑھي .

پورے انار کو گتھری کہا ھے اور دانوں کو موتی . سر کے اوپر کے پھیلے ھوے حصے کو طباق سے تشبیہ دی ھے . سولی شاید ڈالی ھے جس میں انار لگتا ھے .

(۱۹۱) لال سندخ پیلے خانے ' اندر بیٹھے ھیں یاخوت کے دانے .
[انار

فائدہ : یاخوت (واو معروف) ' یاقوت .

ایک لال صندوق (سندخ) کے پیلے پیلے خانوں میں یاقوت کے سے سرخ سرخ دانے رکھے ھیں .

(۱۹۲) لال مسجد ' پیلے خانے . اس میں بیٹھے بادشا دیوانے .
[انار

اوپر کی پہیلی کا صندوق یہاں مسجد بن گیا ھے ' اور یاقوت کے دانوں کو بادشاھت مل گئی ھے ! مسجد اور صندوق ' خانے اور بادشاہ اور دیوانے اس سے قبل بھی ھم کئی بار دیکھ چکے ھیں . دیکھو شمار ۱۰۹ ' ۱۱۹ ' ۱۴۳ ' ۱۴۹ ' ۱۵۴ ' ۱۵۹ وغیرہ .

(۱۹۳) کب تلگ کا چھپیں گي پتیاں کے آڑ میں ؟ یہک دن بکنے کو نکلیں گي بزار میں !
[آم کي کیری

فائدہ : کب تلگ کا = کب تلک ' کب تک . چھپیں گي (چھ مفتوح ' صیغہ واحد مؤنث حاضر) ' تو چھپے گي . نکلیں گی = تو نکلے گی .

یہاں کوئی اتا پتا نہیں دیا گیا ۔ صرف یہ بتایا گیا ہے کہ آم کی کیریاں پتوں (پتیاں) کی آڑ میں چھپی رہتی ہیں ۔ اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا کہ یہی اتا پتا اور بھی بہت سے پھلوں کا ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ بینگن کی پہیلیوں میں (شمار ۱۳۵ ' ۱۳۶) بھی یہی کہا گیا ہے ۔

(۱۶۴) پہاڑ پو درانتی ۔

[املی کے بوتاں

فائدہ : بوتاں (واو مجہول) ' جمع بوت کی ' املی کا پھل ۔

وہی پہاڑ کا تخیل ' جس سے ہمیں ۳۱ ' ۸۲ ' ۱۱۱ شمار کی پہیلیوں میں سابقہ پڑ چکا ہے ۔ املی کے درخت کو پہاڑ اور املی کو اس کی شکل کے لحاظ سے درانتی تصور کیا ہے ۔

(۱۶۵) جھاڑ جھرپ 'پھول دنڈی ۔ انگریز کے پیٹ میں حبشی کی ملڈی ۔

[کاجو

فائدہ : جھرپ (جھ اور ر مضموم) ' تابع مہمل ۔ دنڈی (د مفتوح)' ڈنڈی ۔ ملڈی (م مضموم) ' سر ۔

اس میں شبہہ نہیں کہ کاجو کا پتا دینے کے لیے انگریز کے پیٹ میں حبشی کا سر کہنا نہایت حسین انداز بیان ہے ۔ یہ کاجو کے پھل کا بیان ہے ' اس کے مغز کا ذکر نہیں ہے ۔

(۱۶۶) بادشا کی دم میں وزیر کی ملڈی ۔

[کاجو

اوپر کی پہیلی کے تخیل کو کیسا مسخ کیا ہے !

(۱۶۷) جھاڑ کتا : میں بڑا تلگا ۔ پتّا کتا : کھڑ بس ' کھڑ بس ۔

پھول کتا : میں راؤں جوگی . پھل کتا : میں سوب کا بھوگی .

[جا پھل ، جای پھل

فائدہ : کتا (ک مفتوح) ، کہتا ، کہتا ہے . بنگا تنگا (ب ت مکسور ، دونوں ن غنہ) ، ٹیڑھا میڑھا . کھڑ بس ، محض مہمل ہے . سوب (واو مجہول) ، سب .

درخت ٹیڑھا میڑھا ہے ، پھول جوگی ہے ، اور پھل سب کے پاس پہنچتا ہے اور سب کا لطف اٹھاتا ہے . یعنی جاے پھل !

(۱٦۸) اتی سری کی گھڑی ، اس میں شمرخ بھری . انگلی لگاے تو چمٹی لڑے .

[چپل سینڈ کا پنڈو ، ناگ پھنی کا پھل

شمرخ (ش ر مفتوح) ، شیرہ ، چاشنی . چمٹی (چ مضموم) ، چیونٹی . لڑی ، اس (چیونٹی) نے کاٹا . چپل سینڈ (چ مفتوح ، پ مشدد مفتوح ، ی مجہول ، ن غنہ) ، ناگ پھنی . پنڈو (پ مفتوح ، واو معروف) ، پھل ، بیر کی وضع کا پھل .

ناگ پھنی کے پھل کو چھوٹی سی گھڑیا یا مٹکی (اتی سری کی گھڑی) کہا ہے ، اور اس کے رسیلے گودے کو شمرخ قرار دیا ہے . چوں کہ اس کے اوپر باریک باریک سے کانٹے ہوتے ہیں ، جن کی وجہ سے اس کا پودے میں سے توڑنا مشکل ہوتا ہے ، اس لیے کہا کہ اسے انگلی لگانے سے چیونٹی سی کاٹ لیتی ہے .

(۱٦۹) اتی سری کی بٹیاں ، جنگل میں گھر در . کسمبھے کی چولی پہنو کاجل کا سنگار .

[گھومچی ، گھنگچی

یہ ذرا سی بٹیا جنگل میں رہتی ہے . کسمبے کے رنگ کی چولی پہنتی اور کاجل کا سنگار کرتی ہے .

محمد امین خان نے اسی مضمون کی ایک پہیلی لکھی ہے (دانشمند اتالیق ' ص ۱۵) : صورت اچھی رنگ سہانا ؛ کالا داغ اور بوجھے دانا .

(۱۷۰) کالی مرغی کرک ذات ' انڈے دیتی بے شمار . انڈے پڑے تش میں ' بھوی پڑی مٹ میں .

[خشخش ' خشخاش

فائدہ : تش (ت مفتوح) ' طشت ' تھالی .

یہ کرک ذاتھ ذات کی کالی مرغی پوست کا ڈوڈا ہے ' اور اس کے انڈے خشخاش کے دانے ہیں جو پوست کے اندر سے نکلتے ہیں . دوسرا جملہ بہت خوش نما ہے ' مگر برائے بیت .

ہمارے ہاں خشخاش کی ایک مشہور پہیلی ہے :

ایک چڑیا چونڈے دار ' اس کے بچے نو ہزار .

(۱۷۱) ہرا تافتا ' عالم سارا چابتا .

[پان

فائدہ : تافتا ' تافتہ .

پان کے پتے کو سبز رنگ کے تافتے سے تشبیہ دی ہے .

میرزا سودا نے پان کی ایک پہیلی خوب کہی ہے :

دھرے لپٹے اگون رہیں ؛ بھائی رے ہم ان سے کہیں .

بھائی رے (= بیرا ' یعنی بیڑا) کے الفاظ نے اس کو کہہ مکرنی بنا دیا ہے .

(۱۷۲) جنگل میں ییک جھاڑ تھا - اس کا نام شیخ مدار تھا س کا لھڈو حلال تھا ' اس کا گوش حرام تھا .

[مہیندی ' مہندی

فائدہ : لھئو (لھ مرکب ' واو معروف) ' لھو ' خون .

تقریباً یہی الفاظ (اور یہی تخیل) ھم گلے کی پہیلی (شمار ۱۳۴) میں سن چکے ہیں . گلے کے لیے شوربے (یعنی رس) کو حلال اور بوٹی کو حرام کہنا بجا سہی ؛ مگر مہندی کے سرخ رس کو حلال اور اس کے پتوں کو گوشت (گوش) کہہ کر حرام قرار دینا دکھنی ذھن کی انوکھی اپج ھے .

ھمارے ھاں کی ایک پہیلی ھے :

ایک نار دیکھن میں ھري ' اندر سب لوھو سے بھری . جو کوئی واسے سنگت کرے ' اپے ھاتھ لوھو سے بھرے .

(۱۷۳) زمین سے نکلی جگ جگ ناری . کمر پتلی جوبن بھاري .

[کوت میر ' کوتھ میر

فائدہ : کمر (= کمّر) میں م مشدد ھے . جگ جگ ناری (دونوں ج مکسور) ' ھری بھری ' چمکتی دمکتی .

تعریف ھی سے اندازہ ھوسکتا ھے کہ کوتھ میر جنوب کے باشندوں کو کس قدر عزیز اور مرغوب ھے .

(۱۷۴) بھائی رے ' بھائی جنے رے ! رات جاتی تیري ' بات جاتی میری . تو تبی لے ' کسے تبی دے .

[موگرے کا پھول

فائدہ : بھائی جنے (ج مفتوح ' ن مشدد) ' سگا بھائی . تبی = تو بھی . تو تبی......دے ' یا تو تو ھی لے ' یا کسی اور ھی کو دے .

کس نفاست اور لطافت سے موگرے کے پھول کا حال بیان کیا گیا ھے !

(۱۷۵) پیک گلاب کا پھول ' سارا منڈوا چھایا . باپ پیٹ میں ' بیٹا جلوا نہایا .

[گلر (گولر) کا پھول

فائدہ : گلر (گ مضموم ' ل مشدد مفتوح) ' گولر . جلوے (ج مضموم) کا نہانا وہ غسل ہے جو جلوے کی رسم کے دن کیا جاتا ہے .

اس مسلے کی توضیح مجھے مشکل معلوم ہوتی ہے .

ہمارے ہاں گولر کی ایک نہایت لطیف پہیلی کہی جاتی ہے :

کچا کچلو ' دودھ لکھاتا .   پکا پھوڑو ' جیو اُڑاتا .

میرا پھول کوئی نہ پاتا .   ارتھ بتاوے تم کو ماتا !

(۱۷۶) بھائی رے بھائی جلے رے ! رات سے گئے ' سارے کام سے گئے . تیری تو کرلے ' نہیں کسی کو کر دے .

[پھول

ابھی شمار ۱۷۴ میں ہم تقریباً ان ہی لفظوں میں موگرے کی پھول کی پہیلی سن چکے ہیں . یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ موگرے کے پھول میں اور محض پھول میں آخر فرق کیوں کر قائم کیا گیا ہے . لیکن یہ امر محقق اور صحیح ہے کہ یہ پہیلی محض پھول کی ہے . ایک بزرگ نے اس کی تشریح مجھے یوں بتائی تھی کہ بھائی اور بھائی جلے کے الفاظ سے خود پھول کو مخاطب کیا گیا ہے ' اور مراد یہ ہے کہ پھول عموماً ساری رات کو ' بلا کسی نوع کی عیش و عشرت کے ' ضایع کر دیتے ہیں اور بالکل آخر میں کہیں صبح کے وقت کھلنا شروع کرتے ہیں . اس لیے پھول کو ان الفاظ میں گویا تنبیہ کی گئی ہے !

(۱۷۷) ہری ہری ڈنڈی ' سفید بھات . لیو لوگو ہاتے ہات .

[پھول

فائدہ : ھاتے ھات ' ھاتھوں ھاتھ .

اس سے بڑھ کر پھول کی اور کیا توصیف ھوسکتی ھے . سفید بہات سے معلوم ھوتا ھے کہ کسی سفید پھول کا ذکر ھے . اس کی تصدیق اس امر سے بھی ھوسکتی ھے کہ مدراس دکھن میں سفید پھول ' اور خاص کر موگرے کا پھول ' بہت پسند کیا جاتا ھے . اس سے شمار ۱۷۴ ' اور ۱۷۶ کی پہیلیوں کے اندر بھیدوں کا بھی پتہ چلتا ھے . لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاھیے کہ ان کے ھاں گلاب اور گیندے کے پھول مرغوب نہیں ھیں .

(۱۷۸) اتی سری کی وو . بالاں بھری وو . بونیج بھری وو . باس بھری وو . تمیں سمجیں گے وو . وونہیں وو !

[بچ ' بچھ

فائدہ : اتی سری کی (الف س مفتوح ' ت مشدد) ' زراسی ' چھوتی سی . وو=وہ . بونیج (و معروف ' ن غنہ)' پھپوندي . تمیں سمجیں گے ' تم سمجھو گے .

یہ سب بچ کی تعریف ھے : وہ زرا سی ھے ؛ بالوں (بالاں) سے بھري ھوی ھے ' یعنی اس پر بال بہت سے ھوتے ھیں ؛ اس پر پھپوندی لگی ھوتی ھے ؛ اس میں بدبو ھوتی ھے . اور جسے تم سمجھ رھے ھو وہ نہیں ھے بلکہ وہ ھے ! کیا خوب پہیلی کہی ھے .

بچھ (یا گھڑ بچھ) ایک پودے کی گرہ دار جڑ ھوتی ھے . اسے عربی میں وج (واو مفتوح اور فارسی میں اگر ترکی اور سوسن زرد کہتے ھیں . صاحب مخزن‌الادویہ کا بیان ھے کہ یہ پودا پانی میں پیدا ھوتا ھے ؛ اس کے پتے نرگس کے پتوں سے زیادہ لمبے چوڑے ھوتے ھیں ' کھردرے اور بہت گنجان ھوتے ھیں . اس کی جڑ ' یعنی بچھ ' گرہ‌دار ھوتي ھے ؛ اور اس کی ڈنڈیاں ایک دوسرے سے لپٹی اور چپکي ھوي ھوتی ھیں .

اس کا رنگ سرخی مائل سفید ہوتا ہے . اس پہیلی کا یہ بیان بھی صحیح ہے کہ اس میں پھپوندی لگی ہوتی ہے . شاید اسی وجہ سے اس میں بدبو (باس) پیدا ہوجاتی ہو ' ورنہ اسے بدبو کہنا صحیح نہیں ہے ، اگر جڑ تازہ ہو تو اس کی بو بری نہیں ہوتی ؛ بلکہ علامہ ابن البیطار (صاحب کتاب الجامع لمفردات الادویۃ والاغذیۃ) نے اسے خوشبو لکھا ہے . پہیلی میں جن بالوں کا ذکر ہے وہ اس کے ریشے ہیں .

(۱۷۹) لاکھ روپیے کو سیر .

[لاکھ

لاکھ کے لفظ میں توریہ ہے . یہ پہیلی کہہ مکرنی ہے . ہمارے ہاں بھی لاکھ کی پہیلی اسی طرح کہی جاتی ہے : لاکھ ٹکے کی سیر بھر .

آٹھویں فصل

لباس ، سنگار ، زیور

---

(۱۸۰) تو جاتا تھا ، میں پکارتی تھی . تو ڈالتا تھا ، میں روتی تھی .
[منیار بھی بنگڑی ؛ منھیار اور چوڑی]

تو (ضمیر واحد حاضر) کا مخاطب چوڑیاں بیچنے والا (منھیار) ھے . چوڑیاں پہننے والی منھیار کو ، جو گلی میں چوڑیاں بیچنے کے لیے آواز لگا رھا ھے ، پکارتی ھے . جب وہ چوڑیاں ھاتھ میں ڈالتا (ڈالتا) ھے ، تو اس کے ھاتھ کو دبانے اور موڑنے کی وجہ سے اسے اتنی تکلیف ھوتی ھے کہ وہ گویا رو پڑتی ھے .

دوسرے جملے میں " ڈالتا " اور " روتی " میں جو بات کا ایک نازک (اور نا گفتہ بہ) پہلو پیدا ھوتا ھے ، اسے امیرخسرو نے اپنی اس پہیلی میں کچھ اور بھی نمایاں کر دیا ھے :

چٹاخ پٹاخ کب سے ؟ ھاتھ پکڑا ، جب سے !
آہ اوئی کب سے ؟ آدھا گیا ، جب سے !
چپ چاپ کب سے ؟ سارا گیا ، جب سے !

فاضل مصحح ، محمد امین چریا کوٹی نے اس پہیلی کا عنوان (ص ۱۷) " چوڑیاں " درج کیا ھے ، جو محل کلام ھے . پہیلی کے الفاظ " آدھا " اور " سارا " سے معلوم ھوتا ھے کہ اس کا اندر بھید مذکر ھے . ذرا سے غور سے اس صحیح نتیجے پر پہنچا جا سکتا ھے کہ اس کا عنوان " چوڑیاں " نہیں بلکہ " چوڑا " (واو معروف سے) ھونا چاھیے . چوڑے

دو قسم کے ہوتے ہیں . ایک میں بہت سی چوڑیاں ہوتی ہیں ' جو کلائی اور اس کے اوپر کے حصے کے لحاظ سے چھوٹی بڑی ہوتی ہیں ؛ دوسرے میں اسی لحاظ سے اوپر سے نیچے تک گاؤ دم شکل کا مسلسل ایک ہی حلقہ ایک بڑی سی کمانی کی وضع کا ہوتا ہے . ملک پنجاب میں اب تک چوڑے کا رواج ہے . دونوں وضع کے چوڑے پہنے جاتے ہیں ' اور عموماً ہاتھی دانت یا ہڈی کا بنا ہوا چوڑا زیادہ استعمال کیا جاتا ہے .

فاضل چریاکوٹی نے " چوڑا " کے عنوان سے دو اور کہہ مکریاں امیر خسرو کی نقل کی ہیں (ص ۳۳) :

۱—مو کو تو ہاتھی کا بھاوے ؛ گھٹی بڑھی پہ موے نہ سہاوے
ڈھونڈہ ڈھانڈہ کے لائی پورا . کیوں سکھی' ساجن؟ نا سکھی' چوڑا !

۲—انگوں مورے لپٹا رہے ' رنگ روپ کا سب رس پیے
میں بھر جنم نہ وا کو چھوڑا . اے سکھی ' ساجن ؟ نا سکھی' چوڑا !

ہمارے ہاں بچوں میں منہیاری اور چوڑی کی ایک پہیلی یوں کہی جاتی ہے :

تو آبیٹھی' میں جا بیٹھی . تو کھول بیٹھی ' میں پسار بیٹھی .

اس میں چوں کہ منہیار کی جگہ منہیاری کا ذکر ہے ' اور دکھنی اور خسروی پہیلیوں کا سقیم مبتذل پہلو غائب ہے ' اس لیے دوسرا جملہ نازک طبیعتوں کو ناگوار نہیں ہو سکتا .

(۱۸۱) کالی گائی کاٹے کھائی . پانی کو دیکھ، کو مرں پھرائی .

[جوتا

فائدہ : گائی ' گاے . موں ' منہ .

جوتے عموماً دو رنگ کے ہوتے ہیں ' سیاہ اور سرخ . یہاں سیاہ جوتے کا ذکر ہے ' جسے کالی گاے سے تشبیہہ دی ہے ؛ اور جوتے کے کاٹنے کو

گاے کے کاٹنے سے تعبیر کیا ھے . یہ گاے پانی کو دیکھ کے منہ پھراتی ھے اور اس کے اندر نہیں جانا چاھتي ؛ یعنی جوتا پہنے پہنے بہت سے پانی میں سے گذر کر نہیں جا سکتے ! عام طور پر دیکھا جاتا ھے کہ دیہاتی اور گنوار لوگ پانی میں سے گذرتے وقت جوتا اتار کر ھاتھ میں لے لیتے ھیں ' یا نہایت احتیاط سے ڈنڈے کے ایک سرے پر ٹانگ کر کندھے پر رکھ لیتے ھیں .

واضح ھو کہ مدراس دکھن میں صرف غیر ھندو قوموں کے افراد ' مسلمان اور عیسائی ' جوتا پہنتے ھیں ؛ اور ان کے ھاں بھی ' سوا دولت مند اور پر تکلف نازک مزاج لوگوں کے ' صرف گھر سے باھر نکلنے کے وقت یہ تکلف برتا جاتا ھے . پھر جوتے جیسی عزیز چیز کو پانی میں اندر لیے ھوے چلے جانا کفران نعمت اور بےجا فضول خرچي نہیں تو اور کیا ھے !

امیر خسرو کی ایک کہہ مکری خوب ھے :

ننگے پاؤں پھرن نہیں دیت . پاؤں میں مٹی لگن نہیں دیت

پاؤں کا چوما لیت نپوتا ! اے سکھی ' ساجن ؟ ناسکھی ' جوتا !

(۱۸۲) سرخ پھول ' دل خوش . پاواں اٹھا کو اندر گھس .

[جوتا

اس پہیلی میں سرخ رنگ کے جوتے کا ذکر ھے ' جسے پہن کر بلا شبہہ دل خوش ھوتا ھے . جوتے میں پاؤں (پاواں) اٹھا کر ھی گھساے جاتے ھیں . کچھ اسی کے قریب اھل پٹنہ کی ایک پہیلي ھے ' کہ : ھاتھ نہیں ' پر پیٹ میں پاؤں .

(۱۸۳) لکڑے کا گھوڑا ' چمڑے کي لغام . میرا مسلا نیں بوجے سو میرے گھر کا ھجام .

[کھڑاواں

کھڑاؤں کو لکڑی (لکڑے) کے گھوڑے سے تشبیہہ دی ہے ' جس کا لگام (لغام) ' یعنی تسمہ ' چمڑے کا ہے . دوسرے جملے میں بوجھنے والوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ جو نہ بوجھ سکے گا وہ حجام (ہجام) ہوگا !

(۱۸۴) کونگئی چوٹی کر کو سنگار ' گوری کرتی کالی کو پیار .

[مسی

فائدہ : کونگئی (واو مجہول ' ن غنہ) ' کنگھی .

گوری سے مسی لگانے والی ' اور کالی سے مسی (جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے) مراد ہے .

اس میں شبہہ نہیں کہ یہ پہیلی اپنے طرز میں لاجواب ہے .

میرزا رفیع سودا کی ایک پہیلی ہے :

نر ناری یاں کوئی کوئی بدنا لگائے رہتی ہیں .
لوہے کی وہ نار بدائی ' تانبا کر وہ کہتی ہیں .

[لوہا مسی کا ایک بڑا جزو ہوتا ہے . مگر نام مسی ہے ' اور مس تانبے کو کہتے ہیں .]

مسی کے تلفظ کے لحاظ سے — مس ' سي (مس ' تانبا ؛ سی = ۳۰)—سودا نے ایک کہہ مکری یوں بنائی ہے :

ایک نار جگ موہت چلے . تیس پرکھ سوں نت وہ ملے .
جو تم بوجھو ' کروں اسیس ناوں بتاؤں ؟ تانبا تیس !

[تیس پرکھ سے دانت مراد ہیں . تانبا تیس = مس سی .]

لیکن سید انشا کی پہیلی کو ان میں سے ایک بھی نہیں پہنچتی . انشا نے مستزاد در مستزاد میں کہا ہے :

جا بیھگموں کے منہ لگے اک کالی سي حبشن ؛
دونا کرے جوبن ۔
وہ کیا ؟ اری سوسن !
لوھے کي جلی ھوے ' کہیں سب اسے تانبا ؛
صورت میں پري سي ۔
وہ ' یعنی کہ مسی !

امیر خسرو نے بھی دو پہیلیاں کہی ھیں :

(الف) سولی چڑہ مسکت کرے سیام برن اک نار ۔
دو سے' دس سے' بیس سے ملے ایک ھی بار ۔

(ب) سیام برن ایک نار کہاوے ۔
تانبا اپنا نام دھراوے ۔
جو کوئی وا کو مکھ پر لاوے '
رتی سے سیر کھا جاوے ۔

(۱۸۵) سلے کی گھڑی ' موتھیاں کی جڑی ۔ ھات لگا نکو' تو اچھا دھری !

[بگڑ

بگڑا (ب مضموم) کان کا ایک زیور ھوتا ھے ۔ اسے سونے (سلے) کی ایسی چھوٹی سي گھڑیا (گھڑی) سے تشبیہ دی ھے ' جس میں موتی (موتھی) جڑے ھوے ھیں ۔ دوسرے جملے میں فرض کیا گیا ھے کہ سہیلی بگڑے کو ھاتھ لگانا چاھتی ھے' مگر بگڑے والی کہتی ھے کہ ''ھاتھ مت لگا (لگانکو) ' تجھے تو اسے رکھنے کی بھی تمیز نہیں ھے ۔ واہ خوب رکھا تو نے ! ''

لیکن اس میں بگڑے کی کوئی خصوصی کیفیت نظر نہیں آتی ۔ یہی الفاظ کسی اور چھوٹے سے طلائی زیور کے لیے بھی کہے جاسکتے ھیں ۔

(۱۸۶) ہمارے بیوی ابر مذگے ' جبر ملگے . اُپر کا تنگ کہا '
تو نچے کے تین ملگے .

[ناک کی نت ' نتھ

فائدہ : بیوی کے لیے جمع مذکر کی ضمیر " ہمارے " ادب کے لیے استعمال ہوئی ھے . ابر اور جبر ' ہم قافیہ (الف اور جیم مفتوح ' اور دونوں جگہ ب مشدد اور مفتوح) مہمل الفاظ ہیں . ان میں ب اور ر کی وجہ سے ایک لٹکتی ہوی سی چیز کے نام کے ساتھ ایک صوتی مناسبت پیدا ہوتی ھے ' بالخصوص دوسرے لفظ جبر میں ' جس میں ج ب ر کے تلفظ سے ایسی مناسبت اور زیادہ واضح معلوم ہوتی ھے . اپر (الف مضموم ' پ مشدد مفتوح) ' اوپر . تنگ (ت مکسور ' نون غنہ) کسی چیز کے بجنے کی آواز کا اظہار ھے . آخری لفظ تین میں لفظ تنگ سے صوتی دُور پر تجنیس پیدا ھے . مذگے (م مفتوح' نون غنہ)= مانگے ' بیوی نے مانگا . نچے (ن مکسور ' چ مشدد ' ی مجہول) ' نیچے .

" اپر کا تنگ کہا " سے دو مفہوم سمجھ میں آتے ہیں . یا تو یہ اُس خفیف سی آواز کا اظہار ھے جو ناک چھیدتے ہوے لڑکی کے رونے یا اس کی " اوی " سے پیدا ہوتی ھے ' یا چھید نے میں نتھلے سے ایسی آواز پیدا ہوتی ھے . " نیچے کے تین " سے نتھ اور اس کے موتی مراد ہیں .

بیان یہ ھے کہ ہماری بیوی ایک ابر جبر سی چیز لینا چاہتی تھیں . ہم ان کا مطلب سمجھ گئے . ہم نے نتھلے کو کچ سے کونچ دیا ' اور نیچے تین چیزیں لٹکا دیں . یعنی نتھ .

امیر خسرو نے کس خوبی سے دو لفظوں سے نتھ کی پہیلی تیار کی ھے :

ناری میں ناری بسے ' ناری میں نر دوے .
دو نر میں ناری بسے ؛ بوجھے برلا کوے .

امیر کی کہہ مکری بھی قابل داد ہے :

مکھ میرا چومت دن رات . ہونٹن لگت ' کہت نہ بات .
جاسے میری جگ میں پت . اے سکھی ' ساجن؟ ناسکھی ' نتھ!

(۱۸۷) کوڑیاں کے بن میں کوڑیاں کے بھارے . کھونچیں کے توریاں '
چمکیں گے تارے .

[تیکا

فائدہ : کھونچیں اور چمکیں میں ما قبل آخری کی ی معروف
بولی جاتی ہے . بن میں ب مفتوح ہے .

پہلے جملے کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا . غالباً کوڑیاں اُن
قیمتی پتھروں کے نگینوں کی جانشین ہیں جو تیکے میں جڑے ہوے
فرض کیے گئے ہیں ؛ اور بھارے سے بھاری اور قیمتی مراد ہے . توریاں اور
تارے تیکے میں لگاے جاتے ہیں .

نویں فصل

ہتھیار ' اوزار ' آلات ' سواری ' نقدی

---

(۱۸۸) جب میں تھی بھولی بالی ' تب مانجے مارتے تھے . اب مار
کو دیکھو مانجے ' میں مرد سمجھوں گی .

[ہنڈی ' ہانڈی

فائدہ : مانجے (م مفتوح ' ن غنہ) ' منجھے ' منجھ کو . ہنڈی
(ہ مفتوح) ' ہانڈی .

ھانڈي کہتی ہے کہ جب میں بھولی بالی (یعنی بالکل نئی) تھی ، جب تو تم مجھے مارتے تھے ، اب زرا مار کے دیکھو . مطلب یہ ھے کہ ھانڈی کو خریدتے وقت خوب ٹھونک بجا کر لیتے ھیں . لیکن جب وہ اپني چیز ھوجاتی ھے ، تو ایسا کرنے کی ھمت نہیں پڑتی ، اور ھانڈی کو احتیاط کے ساتھ رکھا جاتا ھے .

(۱۸۹) ھمارے گھر بوڑکی باندی ، نیچے سر ، اوپر پاواں .

[گھونگٹا

فائدہ : بوڑکی (واو مجہول) ، سر منڈی ، بے بالوں کی .
گھونگٹے کا کیسا صحیح بیان ھے !

(۱۹۰) پہاڑ ، ھتھی کان . لوکاں لگے منگنے .

[سوپ

دکھنی پہیلیوں میں پہاڑ کا تخیل کچھ عجب چیز ھے . یہاں سوپ کو پہاڑ بتایا گیا ھے . اس سے قبل اور مقامات میں بھی ھم پہاڑ سے دو چار ھو چکے ھیں . سوپ کو ھاتھي (ھتھی) کے کان سے تشبیہ دینا بے جا نہیں ھے . یہ بھی روز مرہ کا تجربہ ھے کہ لوگ (لوکاں) اکثر سوپ مانگ کے لے جاتے ھیں . ھماری ھاں کی ایک پہیلی میں بھي اسی مانگ پر زور دیا گیا ھے . وہ پہیلی یوں ھے :

سو ناریوں سے اک نر بنایا . گھر نہیں اپنا ، مانگ لیا پرایا .

(۱۹۱) ییک جناور گھماں : دس پاواں ، دو دماں .

[ترازو

ترازو کو ایک گھومنے والے (گھماں) جانور سے تشبیہ دی ھے ، جس کے دس پاوں ھیں اور دو دمیں دس پاوں ترازو کے پلوں کی دس تسیں ھیں ، اور دو دموں سے دونوں پلے مراد ھیں

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی میں واضع نے اس سے بہتر تصویر کھینچی ہے :

ایک نار نورنگی چنگی ' چھ نارے لٹکائے .
ناک میں نکبیسر پہنے ' دونوں کان بندھائے .
ست دھرم کا سودا کرتی : جتنا ہوے بتائے .
مردوں سے بھی بازو مارے ' تب بھی نار کہائے .

(۱۹۲) نیک بی بی کے سر میں ڈیڑ بال .

[سوئی تاگا

نیک بی بی سے سوئی مراد ہے ' اور اس کے سر میں جو ڈیڑہ (ڈیڑ) بال ہیں وہ تاگا ہے . ڈیڑہ کے بیان میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ عموماً سینے کے لیے سوئی میں تاگا اس طرح پرویا جاتا ہے کہ ایک طرف سے زیادہ لمبا رکھا جاتا ہے اور ایک طرف کم .

ہمارے ہاں کے بچے اسی خیال کو یوں ادا کیا کرتے ہیں :

زرا سی بٹیا ' گز بھر چٹیا .

ایک اور پہیلی اسی تخیل کو کچھ اور طول دے کر بیان کرتی ہے :

اتنے سے منی رام ' اتنی بڑی پونچھ .
وہ گئے منی رام ' پکڑ لاؤ پونچھ .

ایک پہیلی میں صرف سوئی کے بھید کو یوں کہا جاتا ہے :

اتنی سی فتنی ' کام کرے کتنی !

اسی کی ایک اور تصویر ملاحظہ ہو :

چھوٹی سی ہے اک نار . ڈبکی مارے جائے پار !

(۱۹۳) اڑوڑوں مڑوڑوں ' تھوک لگا کو اندر گھسوڑوں .

[سوئی میں تاگا

فائدہ : لگا کو (واو مجہول) ' لگا کر .

ہمارے ہاں اسے یوں کہتے ہیں :

مروڑ مراڑ کے سیدھا کیا ؛ گردن پکڑ کے اندر دیا .

اہل پٹنہ نے اس میں کچھ اور تفصیل کی ہے :

لڑبڑا لڑبڑا ' تھوک لگا کے کیا کھڑا . نہ جانتا ہنسی کھیل '
کمر پکڑ دیا دھکیل .

(۱۹۴) لکڑ مل کو بھائے ' جلبلا کو اٹھے .

[تاگا بٹنا

فائدہ : لکڑ (ل مفتوح ' ک مشدد مفتوح) ' لکڑی . بھائے ' ڈالے ؛
یعنی انہوں نے ڈالا . جلبلا کو (ج ' ب مضموم) ' جلبلا کر ' جلدی سے '
تاگے کے بٹے جانے کا نقشہ کھینچا ہے .

(۱۹۵) سوتے سوتے ہاتھ میں لے کو سوے .

[پنکھا

گرمی کی راتوں میں پنکھے کو ہاتھ میں لیے لیے سو جانا ایک
معمولی بات ہے . اسی کا ذکر ہے . ہمارے بچے ایک چھوٹی سی پہیلی
سی مضمون کی کہا کرتے ہیں :

ایک پرکھ ' وہ سب کو بھاوے - بنا سمے کوئی ہاتھ نہ لاوے .

امیر خسرو نے اپنے خاص طرز میں دو کہہ مکریاں لکھی ہیں .
دونوں کا مضمون ایک ہی ہے ' مگر کس قدر دل کش ہے :

(ا) آپ ہلے اور موہے ہلاوے . واکا ہلنا مورے من بھاوے .
ہل ہل کے وہ ہوا نسنکھا . اے سکھی ' ساجن؟ نا سکھی ' پنکھا !

(ب) چھٹے چھمائے مورے گھر آوے . آپ ہلے اور موہے ہلاوے .
نام لیت موہے آوت سنکھا . اے سکھی ' ساجن؟ ناسکھی ' پنکھا !

(۱۹۶) اتا سا پتاسا ' کھلے کھن کھجور . جو میرا مسلا نہں کھولے' وو میرے گھر مزدور .

[کیلی بھی خفل ' کنجی اور قفل

فائدہ : اتاسا (پہلا الف مفتوح ' ت مشدد) ' زرا سا ' چھوٹا سا . کھلے کھن کھجور (ھر ایک کھ، مفتوح) ' مہمل . خفل ' قفل .

بتاسے سے قفل ' اور کھجور سے کنجی مراد ھے . باقی اوز کوئی اتا پتا نہیں دیا گیا .

ھماری ھندستانی پہیلی ھے :

نر ناری کی بات ھے ' زرا دل ھی میں رکھنا . نر کو دینا مار ' ناری کو چوکس رکھنا .

ایک اور پہیلی میں اسی اسلوب کو یوں نباھا ھے :

نر اور ناری ایک ھی زات ' نر مارا تو ناری ھات . سگری رات الگ رھے ' آن ملے پربھات . چکوا چکوی چھوڑ کے بوجھو ان کی بات .

امیر خسرو کا جو چلا دیکھیے :

بات کی بات ' ٹھٹھولی کی ٹھٹھولی : مرد کی گانٹھ، عورت نے کھولی !

(۱۹۷) الٹھا پڑیا تو الٹھا پڑیا ' سدا پڑیا تو بالاں بھریا .

[برش

فائدہ : الٹھا (الف مضموم) ' الٹا . پڑیا (پ مفتوح) ' پڑا ' پڑا ھے . سدا (س مکسور ' دال مشدد) ' سیدھا .

کہتے ھیں کہ فلاں جب تک الٹا پڑا ھے پڑا ھے ' کوئی خاص بات اس میں نہیں ھے ؛ لیکن جب سیدھا ھوتا ھے تو معلوم ھوتا ھے کہ وہ سراسر بالوں (بالاں) سے بھرا ھوا ھے . برش کی توجیہ خوب کی ھے .

(۱۹۸) بیک . ادمی چلتے چلتے تھک گیا . لاؤ چاخو ' کاٹو گردن . پھر بھی چلنے لگ گیا .

[سرمے کی خلم ' پنسل

فائدہ : ادمی=آدمی . چاخو ' چاقو . خلم (خ ' ل مفتوح) ' قلم . مضمون عیاں ھے .

ھمارے ھاں کی بھی ایک پہیلی میں بھی تقریباً بالکل یہی الفاظ ھیں . مگر ایک اور پہیلی اس سے زیادہ مفصل اور واضح ھے :

سب ھی کرتے پیار . سمس کاٹنے یار . تبھی چلے وہ چال . اس کا یہی احوال . چلنے میں رک جائے ' سر کاٹے دوڑائے .

(۱۹۹) اٹھے تو جھنجھنات ' بیٹھے تو پگ پسار . لاتا تو کے ھزار ' کھاتا تو کچھ نہیں .

[مچھیارے کا جال

فائدہ : جھنجھنات (دونوں جھ مفتوح ' دوسرا نون مشدد) ' جھن جھناھٹ . کے (ک مفتوح) ' کئی ' بہت سے .

یہ مچھلی پکڑنے کے بڑے جال کا ذکر ھے ' جسے پھیلا کر پانی میں پھینکتے ھیں تو ایک سنسناھٹ سی پیدا ھوتی ھے . مچھیارا ھزاروں مچھلیاں پکڑ کے لاتا ھے ' مگر کھاتا ایک بھی نہیں .

امیر خسرو نے ایک ھی وضع کی دو پہیلیاں بنائی ھیں ' جن میں لفظ " بن " (ب مکسور) سے خوب کام لیا ھے . کہتے ھیں :

(ا) بن سر کا نکلا چوری کو ' بن تھن کی پکڑی جائے .
دوڑیو بن پاؤں کے ' بن سر کا لیے جائے .

(ب) کیا کروں بن پاؤں کی ' تجھے لے گیا بن سر کا .
کیا کروں لمبی دم کی ' تجھے کھا گیا بن چونچ کا لڑکا .

[مجھے دوسرے جملے کے آخری الفاظ کی صحت میں بہت شبہہ ہے . مگر اسے فاضل محمد امین چریا کوٹی نے یوں ہی نقل کیا ہے .]

(۲۰۰) کرتا کرکراتا ' آواز بلند جاتا . چندی لے کو پوجتا ' بتی لے کو دیکھتا .

[کولھو

فائدہ : چندی (چ مکسور) ' کپڑے کا ٹکڑا ' چیتھڑا . پوجتا (واو مجہو) ' پونچھتا ' صاف کرتا ہے .

آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ کولھو کی یہ تصویر رات کے وقت کی ہے . پہلے جملے میں چلتے ہوئے کولھو کی آواز کا ذکر ہے . شروع سے آخر تک جو استعارہ استعمال ہوا ہے وہ عیاں ہے .

(۲۰۱) اتے متے ستے گاوں . تین منڈی دس پاؤں .

[کسان بھی ناگر ' کسان اور ہل

فائدہ : ابتدا کے تین لفظوں میں الف ' م اور س مفتوح ہیں ' اور ت مشدد ہے . یہ تینوں لفظ مہمل ہیں . منڈی (م مضموم) ' سر .

اصلی پہیلی دوسرے جملے میں ہے . تین سروں میں سے ایک سر تو ہل چلانے والے کسان کا ہے ' اور دو اُس کے بیلوں کے ہیں . اسی طرح ان تینوں افراد کے دس پاؤں ہوتے ہیں .

(۲۰۲) ارے ارے مالی ! تیرے کھاندے پو کدالی . چیراں کی دان ' چوبیس کلی کا ایک پان .

[ریل گاڑی

فائدہ : کھاندا (نون غنہ) ' کاندھا . کدالی (ک مضموم) ' کھدال . کلی (ک مفتوح ' مشدد) ' کلی . ریل کا تلفظ حرف ر کے زبر سے ہے .

چیراں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آتا . چوبیس کلی سے ریل گاڑی کے درجے مراد ہیں ' اور پوری گاڑی گویا پان ہے .

(۲۰۳) سولا برس کا گورا بوٹا ؛ سوب کا انیں لاڑلا . کاٹے تو بھی کٹتا نیں . اس بنا جگ کا کام ادھورا .

[روپیہ

فائدہ : سوب ' سب . لاڑلا (ڑ مکسور) ' لاڈلا . انیں (الف مضموم ' ی مجہول) ' وہ ـــ ضمیر واحد غائب ' مذکر و مونث .

آخری جملے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہیلی خالص دکھنی نہیں ہے . سولہ برس سے روپے کے سولہ آنے مقصود ہیں .

لاڈ کا تخیل ہمارے ہاں کی ایک پہیلی میں بھی ہے :

سب تن زخمی ' بن پیروں وہ چلتا ہے .

راج دلارا ' سب کا پیارا ' قسمت سے وہ ملتا ہے .

صاحب فرہنگ آصفیہ نے ایک پہیلی نقل کی ہے (ج ۱ ' ص ۳۴۱) ' جس میں روپیے کے سفید رنگ پر زور دیا گیا ہے :

مولی کا سا قتلا ' دھی کا سا بھیس .

بوجھے ہے تو بوجھ ' نہیں تو چھوڑ ہمارا دیس .

روپیے کے رنگ کی سفیدی اور اس سکے کی چال ایک اور چھوٹی سی عام پہیلی میں یوں بیان کی گئی ہے :

چٹی بکری ' چٹے پیر : چل میری بکری اگلے شہر .

سید انشا نے روپیے (زر و مال) کے مزے ' روپیے کے نہ ٹوٹ سکنے اور قاضی الحاجات ہونے کو ایک مستزاد در مستزاد پہیلی میں یوں بیان کیا ہے :

وہ چیز بھلا کیا ' کہ مزے جتنے بنائے

اللہ میاں نے '

سو سب ہیں اسی میں !
پھوٹے نہ بھے ' آپ رہے جیسے کا تیسا '
اور کار روائی
کر جائے وہ سب کی ؟

امیر خسرو نے بھی روپیے کی سختی کا ذکر کیا ہے ' اور اس کے ساتھ کھانے ' پرکھانے اور بھنانے کے تخیل کو جمع کیا ہے . ان کی ایک پہیلی ہے ' جس میں کھانے اور پرکھانے کا ذکر ہے :

لوہے کے چنے دانت تلے پاتے ہیں اس کو .
کھایا وہ نہیں جاتا ہے ' پر کھاتے ہیں اس کو .

دوسری میں بھنانے اور کھانے کو لیا ہے :

دانائی سے دانت اس پہ لگاتا نہیں کوئی .
سب اس کو بھناتے ہیں ' پہ کھاتا نہیں کوئی .

[مجھے ان دونوں پہیلیوں کی زبان کے انداز سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ پہیلیاں امیر خسرو کی نہیں ہیں ' بلکہ الحاقی ہیں . مگر محمد امین چریا کوٹی صاحب کو اس میں کوئی شبہہ نہیں معلوم ہوتا . اللہ کرے جناب چریا کوٹی کا خیال صحیح ہو . (جواہر خسروی ' حصۂ چوستان ' ص ۲۰)]

یہ پہیلی البتہ امیر کی معلوم ہوتی ہے :

چندر بدن ' زخمی تن ' پاؤں بنا وہ چلتا ہے .
امیر خسرو یوں کہیں ' وہ ہولے ہولے چلتا ہے .

امیر خسرو نے اپنے مخصوص انداز میں روپیے پر بھی ایک کہہ مکری لکھی ہے :

. ہاتھ چلت موہے پڑا جو پایا '   کھوٹا کھرا میں نا پرکھایا .

نا جانوں وہ ہے گا کیسا .   اے سکھی، ساجن؟ نا سکھی پیسا !

اس سے قبل امیر کی اسی نوع کی اور کئی کہہ مکریاں نقل کی جا چکی ہیں . ان سب کے مقابلے میں یہ کہہ مکری بہت ہی کم زور اور روکھی پھیکی معلوم ہوتی ہے .

(۲۰۴) ہندو بولتا گئی ، مسلمان بولتا گئی . میرا مسلا نیں بو جیا سو اُنیں اس کی جورو کا بھائی .   [روپیہ

فائدہ : نیں بوجیا سو ، جس نے نہیں بوجھا . انیں (الف مضموم ، ی مجہول) ، وہ . اس کی = اپنی . بھائی کا دکھنی تلفظ بھئی کی طرح ہوتا ہے اور وہ گئی سے ہم قافیہ ہے .

کل پہیلی پہلے جملے میں مرکوز ہے . میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے روپیے کا مفہوم کیوں کر بن جاتا ہے .

دسویں فصل

کھیل کود ، تفریح

---

(۲۰۵) جھل جھل چڑیاں ، آسمان چڑیاں . آں گا چور ، باجیں گیاں کیلیاں .

[پتنگ بھی ڈور

فائدہ : جھل جھل (جھ، مفتوح) ، چمک دار ، رنگ برنگ کی چڑیاں : پہلے لفظ میں چ مضموم ، جمع ہے چڑی (چ مضموم) کی ، چڑیاں ؛ دوسرے میں چ مفتوح = وہ (جمع مونث) چڑھیں . آں گا = آے گا . باجیں گیاں ، باجیں گی ، بجیں گی . کیلیاں (پہلی ی معروف) ، جمع کیلی کی ، کنجیاں .

پتنگوں کو چڑیوں سے تشبیہ دی ہے ' جو آسمان کی طرف اڑتی ہوی چڑھی چلی جارہی ہیں . پتنگوں کے طرح طرح کے با رونق رنگوں کے لحاظ سے جھل جھل کہا ہے . دوسرے جملے میں چور اور کنچیوں (اور ان کی جھنکار) کا ذکر نہ معلوم کس مصلحت سے ہے ' اور ان سے کیا مراد ہے .

(۲۰۶) سر سر بہل ' سراری بہل . جہاں تک بہل ' وہاں تگ کھیل . توٹ گئی بہل ' ہو گیا کھیل .

[پتنگ

فائدہ : سر سر ' سراری (سب س مفتوح) اسم صوت ہے ' جس سے ہوا میں پتنگ کی سرسراہٹ کا بیان مقصود ہے . تگ ' تک . توٹ گئی ' ٹوٹ گئی . ہو گیا ' ختم ہو گیا . بہل میں ی مجہول ہے .

بہل سے پتنگ کی ڈور مراد ہے ' جس کے کھینچنے اور چھوڑ نے سے ہوا کی مدد سے سرسراہٹ پیدا ہوتی ہے . ڈور ٹوٹ جاتی ہے ' تو ظاہر ہے کہ سارا کھیل ختم ہو جاتا ہے . خاصی صاف پہیلی ہے .

اس " بہل " کا ذکر امیر خسرو سے سنیے :

ایک کہانی میں کہوں ' تو سن لے میرے پوت :
بنا پروں وہ اڑ گیا ' باندھ گلے میں سوت .

(۲۰۷) سرسری ' اسماں چڑی . آں گا چور ' کھینچیں گا ڈور . ہلیں گیاں کیلیاں ' ناچیں گا مور .

[پتنگ

فائدہ : چڑی (چ مفتوح) ' چڑھی . آں گا ' آے گا . ہلیں گیاں (ہ مفتوح ' گ مکسور) ' ہلیں گی . کیلیاں پہلی ی معروف ' کنجیاں . ناچیں گا ' ناچے گا .

سرسری پتنگ ھے ' جو سر سر کرتا ھوا آسمان (اسمان) پر چڑھتا ھے . چور غالباً پتنگ اڑانے والے کا ھاتھ ھے ' اور آخر میں مور پھر پتنگ کے لیے استعارہ ھے .

(۲۰۸) کالی مرغي ' دم جوار . انڈے دیتي بے شمار . انڈے پڑے تھں میں ' بی بی پڑی غش میں .

[پھل جھڑي

فائدہ : تھں ' طشت .

آتش بازی کی پھل جھڑی کا بیان ھے . مجموعي ھیئت کے لحاظ سے پھل جھڑی کو ایسي کالي مرغي کہا ھے جس کی دم جوار کی بالي کی شکل کي ھے . پھل جھڑی میں سے جو پھول طشت (تھں) میں جھڑتے ھیں ان کو اس مرغی کے انڈے کہا ھے . پھولوں کے پانی میں جھڑنے سے ایسي پٹاپٹي کی آواز ھوتي ھے کہ گھر کی بی بی بے تاب ھو کر غش کر جاتی ھے . سبحان اللہ !

ھمارے ھاں کی ایک پہیلی ھے :

جا کے پات نہ کونپل پھل ' سدی دیو چلاے .
یہ ترور وہ پھول ھے ' اچرج دیکھو آے !

(۲۰۹) چار انگن ' چار چمن ' چار شمادانیاں . اتیراں متیراں لڑتے تھے ؛ بدخاں دیے لولیاں .

[پچیسی

فائدہ : انگن (الف ' گ مفتوح ' پہلا نون غنہ) ' آنگن . چمن (چ مفتوح ' م مشدد مفتوح) ' چمن . شمادانیاں ' شمع دانیاں . بدخاں (ب مفتوح ' د ساکن) ' جمع ھے بدخ (ب ' د مفتوح) کی ' بطخیں . لولیاں ' (واو مجہول) لوریاں .

پچیسی کی بساط کے چار بازوں کو چار چمن' اور اس کے "گھروں" کو چار آنگن کہا ہے ؛ اور چار گوٹوں کو چار شمع دانیاں فرض کیا ہے . چال چلنے کے لیے جو کوڑیاں پھینکی جاتی ہیں ' ان کو اتیر متیر (ي مجہول) کا فرضی نام (بصیغۂ جمع) دے کر لڑنت پہلوان بنایا ہے ؛ اور وہی کوڑیاں بطخیں بن کر لوریاں دینے آئیں ہیں . کوڑیوں کے لڑنے اور ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے ' اسی کو ان کی "لوریاں" کہا گیا ہے . یہ کھیل ہے ' اور اس کا دل کش بیان ہے .

گیارھویں فصل

آسمان و زمین ' اجرام فلکی ' سال و ماہ

---

(۲۱۰) تھام نیں سو منڈوا .

[اسمان

آسمان کو بغیر ستون کا منڈوا کہنا عام' مگر قابل تعریف ' تخیل ہے .

(۲۱۱) بستی تمام ییک چادر .

[اسمان

اس میں صرف حرف جار کی کسر ہے . کہنا یہ ہے کہ ساری بستی ' یعنی تمام دنیا ' پر ایک چادر تنی ہوی ہے . اس سے آسمان کے سوا اور کیا مراد ہوسکتی ہے ؟

(۲۱۲) ییک چان ' چوبیس تارے . موتھی دے کو پڈک ہارے .

[اسمان

فائدہ : چان ' چاند . چوبیس کا عدد دکھنی محاورے میں اس لفظ سے ادا نہیں کیا جاتا . دکھنی میں چوبیس کو "بیس پو چار" (یعنی

بیس کے اوپر چار) کہتے ہیں ۔ یہاں لفظ چوبیس سے '' بہت سے ' بے شمار '' مقصود ھے ۔ اسی معنی میں لفظ '' پچیس '' بھی استعمال ہوتا ھے ؛ پچیس کے عدد کو '' بیس پو پانچ '' کہتے ہیں ۔ موتھی ' موتی ۔ پدک (پ اور د مفتوح) ' گلے کا ایک زیور ' مالا ۔

پہلے جملے میں رات کے آسمان کا سماں دکھایا ھے ' اور بالکل صاف صاف بیان کر دیا ھے ۔ دوسرے جملے میں موتیوں سے ستارے ' اور مالا سے تمام تارے (مجموعی حیثیت سے) مراد ہیں ۔ اس (دوسرے) جملے میں دن کے وقت کا آسمان مقصود ھے ۔

(۲۱۳) زمین اتا توا ' اسمان اتي روٹی ' تاڑ کے جھاڑ اتی نلی ۔

[زمین ' اسمان ' جھاڑ

فائدہ : اتا (الف مضموم ' ت مشدد) اسم عدد غیرمعین مذکر ' اتنا ۔ اتي (الف مضموم ' ت مشدد) اسم عدد غیرمعین مونث ' اتنی ۔ توا (واو مشدد) ' توا ۔ نلی (ل مشدد) ' نلی ' ھڈی ۔

شروع سے آخر تک کھانے کے سامان کا استعارہ ھے : توا ھے ' روٹی ھے ' اور نلی ھے ۔ توا اور روٹی مدراس دکھن میں غیر معمولی چیز ھے ' کیوں‌کہ ان کے ھاں روٹی بہت ھی کم کھائی جاتی ھے ۔ غالباً پہیلی کی شان پیدا کرنے کے لیے ان غیر معمولی چیزوں کا ذکر ضروری سمجھا گیا ھے ۔ یوں پہیلی بالکل صاف ھے ۔ زمین اور آسمان کا ذکر تو صاف صاف موجود ھي ھے ' تاڑ کے درخت (جھاڑ) کے برابر نلی سے بھی آسانی سے درخت کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ھے ۔ اسے گویا دکھنی کی کہہ مکرني کہنا چاھیے ۔ تاھم ' اس بلا کي صاف گوئی نے پہیلی کا لطف کیسا برباد کیا ھے !

(۲۱۴) کالا کوٹ ' کے منارے . اُس میں پھرتے دو بنجارے .

[اسمان ' چان ' سورج

فائدہ : کے (ک مفتوح) ' کئی ' متعدد . سورج کے تلفظ میں واو مکسور ہے .

یہ سنگ سیاہ کا بنا ہوا " کالا کوٹ " آسمان ہے ؛ اور اس میں جو دو بنجارے پھرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں ' وہ چاند اوو سورج ہیں . لیکن اس کوٹ میں یہ مینار (منارے) معلوم نہیں کیا چیز ہیں .

دو بنجاروں کا تخیل ایک ہندوستانی پہیلی میں بھی ہے ' جس میں کئی باتوں کو جمع کیا گیا ہے :

چار کھونٹ ' چودہ چوبارے ' جن میں کھیلیں دو بنجارے .
سونے کا تربوز گھرتے گھرتے گر پڑا ' املی کتارے جھڑ پڑے .

[اس میں کھونٹ سے سمتیں مراد ہیں ؛ چوبارے زمین اور آسمان کے طبق ہیں ؛ دو بنجارے چاند اور سورج ہیں ؛ سنہرا تربوز سورج ہے ' اور املی کتارے ستارے ہیں .]

(۲۱۵) آیارے مالی' ازایارے پھول . سرمےکی چدر پو سنّے کے پھول .

[اسمان بھی تارے

چاند کو مالی فرض کیا گیا ہے ' جس نے یہ ستاروں کے پھول بکھیرے ہیں (ازایا) . سرمے کی چادر (چدر) آسمان ہے ' جس پر سنہرے (سنے کے) پھول ٹنکے ہیں .

اسی مضمون کی امیر خسرو کی پہیلی بہت مشہور ہے :

ایک تھال موتیوں سے بھرا ' سب کے سر پہ اوندھا دھرا .
چاروں اور وہ تھال پھرے ' موتی اس سے ایک نہ گرے !

(۲۱۶) اودا رمال ، سفید سفید پھولاں .

[اسمان بھی تارے

یہاں آسمان کو اودے رنگ کے رومال (رمال) سے تشبیہ دی ہے ، جس پر بہت سے سفید سفید پھول بلے ہیں .

(۲۱۷) سل کے نچے نیل کے دانے .

[اسمان بھی تارے

اس پہیلی میں آسمان ایک سل بن گیا ہے ، جس کے نیچے (نچے) نیل کے دانے ، یعنی ستارے ، پڑے ہیں .

(۲۱۸) نیل کی چدر پو چاندی کے پھول . میرا مسلا نیں بوجے سو اس کے دھبلے میں دھول .

[اسمان بھی تارے

نیل کی چادر (چدر) ظاہر ہے کہ آسمان ہے ، اور اس پر جو چاندی کے پھول ہیں وہ ستارے ہیں . دوسرے جملے میں وہی معمولی دھمکی ہے کہ جو میری پہیلی نہ بوجھے (بوجے) ، خدا کرے اس کے دھبلے میں دھول ہو .

ایک ہندستانی پہیلی میں اس نیلی چادر کا تخیل یوں ادا ہوا ہے :

نیلی چادر میں چاول باندھے ، دن کو کھووے رات کو پاوے .

(۲۱۹) تٹی بوڑي بوڑی ، سلے کا کٹھورا . چور چھٹا ، چرا نہ سکتا .

[چاں

فائدہ : تٹی (ت مضموم ، ٹ مشدد — صحیح تلفظ میں ت کا پیش اس قدر ڈھیلا ہوتا ہے کہ قریب قریب واو مجہول سا بن جاتا

ھے) ' گملا . بوري (واو مجہول) ' خالی . کٹھورا (ک مضموم ' واو مجہول) ' کٹورا . چھٹنا (چ مفتوح) ' چاھنا . چان ' چاند .

ایک خالی سا گملا ھے ' ایک سنہرا (سنے کا) کٹورا ھے — یعنی چاند — جسے چور ہزار چاھتا ھے کہ چرا لے ' مگر نہیں چرا سکتا ؛ کیوں کہ وہ اس کی پہنچ سے بہت دور ھے .

اسی تخیل سے ھمارے ھاں بھی ایک چھوٹی سی پہیلی ھے کہ : چور تکتا ' لے نہ سکتا .

ایک پہیلی میں چاند اور ستاروں کو یوں جمع کیا ھے :

پرات جتنی روٹی' اور گلگلوں کا ڈھیر'.

لیکن بہترین اور مختصر ترین پہیلی ' جو ھمارے بچوں میں رائج ھے' یہ ھے :

اللہ کا دیا سر پر .

امیر خسرو نے ایک کہہ مکری یوں کہی ھے :

اونچی اٹاری پلنگ بچھایو . میں سوئی ' میرے سر پر آیو .
کھل گئی انکھیاں ' بھئی انند اے سکھی' ساجن ؟ ناسکھی' چند !

(۲۲۰) بھار سے آئے شہزادے' گھر میں پری . زر بفت کی چدر پو جڑاؤ کے پھول .

[چان بھی تارے

فائدہ : بھار ' باھر .

یہ شہزادے صاحب چاند ھیں ' جن کا ایسے ادب کے ساتھ نام لیا گیا ھے . گھر والی پری کی دو طرح توجیہ کی جاتی ھے : گھر کی بی بی ' اور چراغ . اس پری پر (جیسا کہ اردو اور دکھنی ' بلکہ کہنا چاھیے کہ ھندي اور ایرانی ' کہانیوں کی خصوصیت ھے) یہ شہزادہ

عاشق ھے . زربفت کی چادر آسمان ھے ' جس پر جڑاؤ کے پھول لگے ھیں .

(۲۲۱) چاندی کا کٹھورا . چور ڈرتا ' اٹھا نہیں سکتا .

[چان

یہ کٹورا (کٹھورا) چاند ھے . دوسرے جملے میں وھی خیال ادا کیا گیا ھے ' جو اوپر (شمار ۲۱۸) آچکا ھے .

(۲۲۲) سکے تلاب میں چاندی کا کٹھورا .

[اسمان بھی چان

فائدہ : سکے (س مضموم ' ک مشدد) مجرور صورت ھے سکا (س مضموم ' ک مشدد) کی ' یعنی سوکھا ' سوکھا ھوا .

یہاں آسمان کو سوکھا ھوا تالاب (تلاب) فرض کیا ھے ' جس میں چاندی کا ایک کٹورا پڑا ھے — جو چاند ھے .

(۲۲۳) ییک گلاب کا پھول ' سارا منڈوا چھایا . باپ پیٹ میں ' بیٹا شادي کرنے کو آیا .

[چان ' تارے ' سورج

یہ ایک (ییک) گلاب کا پھول جو سارے منڈوے پر چھا رھا ھے ' چاند ھے ' جس کی روشنی پورے آسمان (منڈوے) پر چھائی ھے . باپ ' یعنی سورج ' ابھی پیدا نہیں ھوا (پیٹ میں) ھے ' یعنی کل صبح کو نکلے گا ؛ مگر بیٹا (یعنی چاند) جوان ھوگیا ھے اور اپنی شادي رچا رھا ھے ' جس میں اتنے سارے چمکتے دمکتے تارے جلوس میں شریک ھیں .

(۲۲۴) خدا کا دیا سرتا نہیں . بندے کا دیا بھرتا نہیں .

[چان

فائدہ : سرتا نہیں (س مفتوح) ' ختم نہیں ہوتا . بھرتا نہیں (بھ مفتوح) ' پورا نہیں پڑتا .

لفظ دیا میں توریہ ھے ' جس کے دو معنی ہیں : اس نے دیا ' اور چراغ . '' خدا کا دیا '' میں وھی تخیل ھے ' جو اوپر کی ایک پہیلی (شمار ۲۱۸) کے ضمن میں ھندوستانی پہیلی '' اللہ کا دیا سر پر '' میں ھے . دوسرے جملے میں لفظ دیا کے پہلے مفہوم لے کر اللہ کی دی ہوی نعمتوں اور بندے (انسان) کی دی ھوي چیزوں کا مقابلہ کیا ھے . اللہ کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ھوتیں . مگر انسان کے عطیے کسی طرح ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے . دوسرے (یعنی چراغ کے) مفہوم میں کل چستیان کے یہ معنی ھوے کہ اللہ کا چراغ نہیں بجھتا ' مگر انسان کے بنائے ھوے چراغ بجھ جاتے ہیں .

(۲۲۵) ھات ھدنج ' پھول تبنج . مالی گوند نہ سکے ' بادشاہ پہن نہ سکے .

[تارے

فائدہ : ھدنج (ہ ' د مفتوح) ' لفظ مہمل . تبنج (ت ' ب مفتوح) طبق . گوند (واو معروف ' نون غنہ) ' گوندھ نہ سکے . پہن (ی مجہول) نہ سکے ' پہن نہ سکے .

یہ پھول ایک نہیں بلکہ بہت سے ہیں ' جن کو نہ مالی گوندھ کر ھار بناسکتا ھے اور نہ بادشاہ جیسا دولت مند اور مقتدر شخص پہن سکتا ھے . یہ پھول ایک طبق میں بھرے ھوے ہیں—تارے آسمان میں ہیں .

(۲۲۶) تاڑا توڑوں ' تکڑ توڑوں ' توڑوں من کا تاگا . ھتھی پو نوبت بجا لے کو آیا ملک کا راجا .

[برسات ' بارش

فائدہ : تاڑا ' غرور ' تکبر . تکڑ (ت مفتوح ' ک مشدد مفتوح) ' مہمل لفظ ہے جو تاڑا کی صوتی مناسبت کے لیے استعمال کیا گیا ہے . ہتھی (ہ مفتوح ' تھ مشدد) ' ہاتھی .

پہلے جملے سے اس کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس میں ت اور ڑ کی تکرار سے ایک شان و شکوہ کا اظہار ہوتا ہے ' جو ملک کے ایسے قہر مان بادشاہ کے شایان شان ہو جس کے جلوس میں ایسے طمطراق سے ہاتھیوں پر نوبت بجتی چلی آتی ہے . یہ ہاتھی بادل ہیں ' اور نوبت مینہ کے برسنے کی آواز ہے .

اہل پٹنہ کا تخیل ملاحظہ ہو :

اروت کی کوٹھڑی ' پروت کا پہاڑ ' لونگوں کی جھنجھری ' پھولوں کا ہار .

اس مضمون کی امیر خسرو کی مشہور کہہ مکرنی ہے :

امنڈ گھمنڈ کر وہ جو آیا ' اندر میں نے پلنگ بچھایا .
میرا وا کا لاگا نینہ . اے سکھی ' ساجن ؟ نا سکھی ' مینہ !

(۲۲۷) راجا کے راج میں نیں ' مالی کے باغ میں نیں . کھاتے ' پن توڑتے نیں .

[گاڑ ' اولے

فائدہ : پن (پ مفتوح) ' پر ' مگر . نیں (پہلا نون مفتوح) ' نہیں . اس میں شبہہ نہیں کہ اچھی پہیلی ہے .

ہمارے ہاں کی ایک نہایت مقبول پہیلی میں بھی یہی تخیل کار فرما ہے :

یہاں نہیں ' وہاں نہیں ' خانم کے بازار نہیں ؛ چھیلو تو چھلکا نہیں ' چوسو تو گٹھلی نہیں .

لیکن امیر خسرو کی اس پہیلی کا ٹھاٹھ قابل داد ھے :

اجـل اتیـت مـوتی برنـي . پائی کلمت دیے موے دھرنی .
جہاں دھری تھی' وھاں نہیں پائی . ھاٹ بزار سب ھی ڈھونڈھ آئی .
اے سکھی اب کیجیے کیا ؟ پی مانگے تو دیجیے کیا ؟ !

(۱۲۸) اخل کا پھل بخیل کے ھاں نیں . کھاے سو چیز دنیا مھں نیں .

[گار

فائدہ : اخل (الف مفتوح ' خ مشدد مفتوح) ' عقل .

خالص دکھنی تخیل ھے . الفاظ ضرور اچھے ھیں . اولے کی کس قدر صحیح تعریف کی ھے !

(۲۲۹) سنگ چور ' موتھي بھرم . پیا دیا دھرم . ھاٹ مھں نہں ' بزار میں نیں ' جہاں دیکھے وھاں نیں ' بادشاہ کے دربار میں نہں . دیکھو بادشاہ کی چترائی : ھات لگائے چوری آئي .

[گار

فائدہ : چور (وار معروف) ' چورا چور ' ٹوٹا ھوا . موتھی (واو مجہول) ' موتی .

کہنے والي افسوس کرتی ھے کہ پتھر چور چور ھو گیا . اب تک میرا بھرم قائم تھا ' جس کی آب اور قیمت موتی کی سی ھے . اللہ (پیا) نے ایمان دیا ھے ' اور وہ صحیح سلامت ھے . مگر بادشاہ نے بڑي عقل مندي (چترائی) سے کام لیا کہ ایسی نازک چیز میرے پاس امانت رکھی کہ اسے ھاتھ لگاتے ھی میں چور بن گئی . لامحالہ سننے والے ھمدردی کریں گے ' کہ اولا چیز ھی ایسی ھے کہ ھاتھ میں لیتے ھی گھل کے ختم ھو جاتا ھے ' تم کیوں ڈرو .

اس پہیلی کا آخری جملہ تقریباً وهی هے ' جو امیر خسرو کی ایک مشہور اور مقبول پہیلی میں هے : دیکھ سکھی پی کی چترائی ' هاتھ لگاوت چوری آئی .

(۲۳۰) کانچ کی باوڑی ' موتھی کے لڑیاں . پاؤں دھوتے ' پانی نہ پیئے .

[شبنم

فائدہ : باوڑی ' کواں . پاواں ' جمع پاؤں کی . موتھی ' موتی .

موتیوں کی لڑی کا تخیل همارے هاں کی ایک عام پہیلی میں بھی موجود هے :

هری هریالی ' موتیوں کی جالی ؛ چاند کی بہن ' سورج کی سالی .

(۲۳۱) کانچ کی باوڑی ' موتھی کے لڑیاں . جھاڑ دھوئے ' پانی نہیں پیئے .

[شبنم

شیشے کے کوئیں اور موتی کی لڑیوں کا تخیل اس میں اور اس سے قبل کی پہیلی میں مشترک هے . یہ خیال البتہ اچھا هے کہ اس سے پورے پورے درخت (جھاڑ) دھل جاتے هیں ' مگر پھر بھی اتنا پانی نہیں هوتا کہ پیا جاسکے .

همارے هاں بھی ایک پہیلی اسی تخیل پر مبنی هے ' لیکن اس سے بہتر هے :

اوگھٹ گھاٹ گھڑا نہیں ڈوبے ' هاتھی کھڑا نہائے .
پیپل پیڑ پھننگ تک ڈوبے ' چڑیا پیاسی جائے .

اهل بہار اس میں زرا سا تغیر کرکے یوں کہتےهیں :

اسی کوس کا پوکھرا ،جس میں ھاتھی کھڑا نہائے .
بجر پڑے ایسے پوکھرے پر ، فاختہ پیاسی جائے .

(۲۳۲) پیک چمچا آتا ، گھر بھر باتا .

[روشنی

بھر اور باتا (بانٹا) کے لفظ بتا رہے ھیں کہ یہ پہیلی خالص دکھنی نہیں ھے . چنانچہ ھمارے ھاں روشنی کی ایک بہت مشہور پہیلی کے الفاظ یہ ھیں کہ " مٹھی بھر آتا ، گھر بھر بانٹا . "

(۲۳۳) ڈھال ماروں تلوار ماروں ، نہ کٹے وو بیل . میرا مسلا نیں بوجیا سو حیدرآباد کا دھیڑ .

[سایہ

فائدہ : نیں بوجیا ، جس نے نہیں بوجھا . دھیڑ (ی مجہول) ، چمار ، پاسی وغیرہ کی طرح کی ایک بہت نیچ ذات قوم کا نام ھے .

پہلے جملے کا تخیل ھمارے ھاں کی ایک پہیلی میں بھی موجود ھے :

سل بھو تے ، سل بٹا پھوٹے ، وھی چیز کبھی نہ پھوٹے .

ایک اور پہیلی ھے : پیچھو پیچھو سب کے دھاوے ، جت اجیارو ات نہیں آوے .

اسی تخیل کو " کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ھوتا ھے انسان سے " ایک پہیلی نے خوب ادا کیا ھے :

اک ناری کا میلو رنگ . لگی رھے وہ پی کے سنگ .
اجیاری میں سنگ براجے ، اندھیاری میں چھوڑ کے بھاگے

میرزا سودا نے اور زیادہ وسیع نظر سے کام لیا ھے :

کون نار ، جو دن اور رات رھتی ھے وہ سب کے ساتھ

خالی نہ اُس سے کوئی ناتھہ جو ہے دیکھو اس جگ ماتھہ ۔

سودا کی کلیات میں سائے کی ایک اور پہیلی یوں درج ہے :

عجب طرح کی ہے اک نار، اس کا کیا میں کروں بچار !

نس دن ڈولے پی کے سنگ ؛ لگ رہے وا کے انگ ۔

دیا بڑے تو وہ شرمائے ، ڈھگ سے سرک وہ دور ہو جائے !

اسی پہیلی کو جناب محمد امین چریاکوٹی نے امیر خسرو کی پہیلیوں میں یوں درج کیا ہے (جواہر خسروي، حصہ چیستان ، ص ۱۳) :

عجب طرح کی ہے اک نار وا کا میں کیا کروں بچار

دن وہ رہے بدی کے سنگ لاگ رہی نس واکے انگ

دوسری بیت میں '' بدی '' اور '' رہی '' غور طلب ہیں ۔ اوپر کی پہیلی سے واضح ہوتا ہے کہ بدی کی جگہ پی اور رہی کی جگہ رہے ہونا چاہیے ۔ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ اُن دونوں بزرگوں میں سے کون اس پہیلی کا مصنف ہے ۔

سید انشا کا چوچلا بھی ملاحظہ ہو ۔ مستزاد درمستزاد ریختی میں کہتے ہیں :

اندھیاری میں جو پیت سے ہو ، کون بھلا وہ ۔

جھٹ جن پڑےووہیں

پاوے جو اجالا ؟

لڑکا جو نگوڑا چلے سو بھوت سے کالا ،

اے دائی جنائی !

پرچھائیں ، اری بی !!

(۲۳۴) پنک جناور ہر ، اس کے لگے ہیں تیس پر ۔

[مہینے کے دناں

فائدہ : ھر ' پر (ب مفتوح) کے لیے قافیۂ مہملہ . مہنا (م مکسور) ' مہینا . دناں ' دن کی جمع ھے .

یہ جانور مہینا ھے ' اور اس کے تیس پر تیس دن ھیں .

(۲۳۵) ییک سندخ ' بارا خانے ' تیس دانے .

[سال ' مہنا ' دن

فائدہ : سندخ (س مضموم ' دال مفتوح) ' صندوق .

ھمارے ھاں کی بھی ایک پہیلی میں اسی طرح سال ' مہینا اور اس کے تیس دن جمع کیے گئے ھیں :

ایک صندوقچی ' بارا خانے ' ھر خانے میں تیس تیس دانے .

(۲۳۶) ییک جھاڑ تیس ڈالے ' آدھے سفید آدھے کالے .

[مہنا بھی دن

فائدہ : ڈالے ' ڈالیاں ' شاخیں . سفید (س مفتوح ' ی معروف) ' سفید .

مہینے کو درخت (جھاڑ) سے ' اور اس کے تیس دنوں کو ڈالوں سے تشبیہ دی ھے . یہ مہینا قمری ھے ؛ اس لیے آدھے دن سفید یعنی روشن ھیں ' اور آدھے کالے یعنی تاریک ھیں .

(۲۳۷) ییک سندخ ' بارا خانے . ییک ییک خانے میں تیس تیس دانے : آدھے کالے آدھے اجلے .

[سال ' مہنا ' دناں ' راتاں

فائدہ : سندخ ' صندوق . مہنا ' مہینا . دناں ' جمع ھے دن کی ؛ اور راتاں ' رات کی .

یہ پہیلی اس سے قبل کی دونوں پہیلیوں کے الفاظ اور ان کے تخیل کا مجموعہ ھے .

(۲۳۸) پانچ کو پچھاننا ' بیس کی گردن مارنا . کھڑے سو جھاڑاں پڑیں گے ' اکاس کے پھول کھلیں گے .

[نمازاں ' ناخناں ' ادمیاں ' تارے

فائدہ : پچھاننا (پ مکسور) ' پہچاننا .

ہر ایک جملہ بالترتیب نماز ' ناخن ' آدمی اور تارے کا مظہر ہے . پانچ سے پانچ وقت کی نماز مراد ہے ؛ بیس ناخن ہیں ؛ کھڑے ہوے درخت (جھاڑاں) رات کے وقت سونے کے لیے گر پڑتے ہیں ' یعنی لیٹ جاتے ہیں ؛ اور وہی وہ وقت ہے کہ جب اکاس کے پھول ' یعنی تارے ' کھلتے ہیں .

بس اُتّاچ

صحت نامہ

در معرض عذر خواهي این - آن به که کنم بعجز اقرار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۳	)	(
	۲۳	مسلمانوں	مسلمان
۸	۳	لاوتا	لوتا
۱۰	۱۳	لفظ پر کے بعد لفظ جاتے بڑھا لینا چاھیے .	
۱۱	۱۱	لفظ کتنا کے بعد قوس ابتدای (بڑھا لینا چاھیے .	
	۱۶	= چرٹی	= چوائی
۲۴	۹	یقیں	یقین
۲۵	۱۰	منہ	موں
۲۷	۱۳	آسمان	اسمان
	۱۹	زمیں	زمین
۲۹	۳ ، ۴	کھیں	کہیں
	۷	کبھی	کبھی
۳۶	۱۵	پھاڑ	پہاڑ
۳۹	۸	میرزا رفیع سودا	سید انشاءاللہ انشا
۴۲	۳	مفہوم	مضموم
۴۳	۶	!	.
۴۴	۹	مفہوم	مضموم
۴۵	۱۴	بالاخر	بالآخر
۴۸	آخری سطر میں لفظ یہاں کے بعد لفظ بھی بڑھا لینا چاھیے .		
۴۹	۱۴	پھلے	پہلے
۵۰	۱۲	مل مل میں دونوں لام کے نیچے زیر غلط ھے . میم مکسور ھیں نہ کہ لام .	
	۱۷	متھائی گو	متھائی گر

۵۳	۱۱	کات	کاٹ
۵۶	آخری	مقصور	مقصود
۵۸	۳	کوتھری	کوٹھڑی
	۱۵	پھاز	پہاڑ
	۱۸	جھاز	جہاز
		آخری سطر میں لفظ چلم کے بعد لفظ چھوٹی بڑھا لینا چاہیے ۔	
۵۹	۶	سوالیہ کا نشان (؟) نہ ہونا چاہیے ۔	
۶۰	۲	صورت	صوت
	۷	خیر	خبر
۶۲	۱۹	باھر	بہار
	۱۹	بادشاہ	بادشا
۶۴	۲۰	لفظ تھل کے بعد لفظ اور ' تھ کے بعد '' اور پھ '' بڑھا لینا چاہیے ۔	
	۲۰	ھے	ھیں
۶۷	۹	لفظ مجہول کے بعد لفظ سے بڑھا لینا چاہیے ۔	
۶۸	۷	پینگ	پینک
	۲۲	انشاء	انشا
۷۲	۷	سکھی	سکی
۷۳	۳	قافیہ	قافیے
	۱۶	دئے	دیے
۷۴	۶	لفظ سگم کے بعد ایک ابتدائی قوس (بڑھا لینا چاہیے ۔	
۷۵	۶	کو سلے	کوسلے
۷۷	۵	اس سطر کے آخر میں اس پہیلی کی بوجھ ''جوں'' بڑھا لینا چاہیے ۔	
۷۹	۶	بوڑ کا	بوڑکا
۸۹	۱۲	کوتھیڑھا	کو ٹھیڑھا
۹۲	۸	اس سطر کے آخر میں اس پہیلی کی بوجھ ''نارل'' بڑھا لینا چاہیے ۔	
۹۶	آخری	۱۷۶	۱۶۷
۱۰۰	۲۱	تلنیہ	تلبیہ
۱۰۱	۱	ھاقھوں	ھاتھوں
	۹	وونہیں	وو نہیں
۱۰۷	۱۶	بکڑ	بکڑا

۱۱۰	۱۶	هماری	همارے
۱۱۳	۱۴	چو چلا	چوچلا
۱۱۴	۶	کی بھی ایک	کی ایک
۱۲۱	۵	آئیں	آئی
۱۲۳	۳	واو	رے
۱۲۷	۹	ضرویات	ضروریات
	۱۲	بادشاہ	بادشا
	۱۷	مچہول	مجہول
۱۲۹	۵	۱۲۸	۲۲۸
	۱۲، ۱۳	بادشاہ	بادشا
	۱۵	وار	واو
۱۳۱	آخری	اوو	اور
۱۳۲	۵	شرمائیے	شرمائے
۱۳۳	۹	بارا	بارہ

فرہنگ

ان صفحوں میں الفاظ کی نحوی توضیح کے لیے یہ اشارات استعمال کیے گئے ہیں :

امث سے اسم مونث مراد ہے ؛ امذ سے اسم مذکر ؛ صفث سے صفت مونث ' صفذ سے صفت مذکر ' اور محض صف سے صفت .

ا

اپر : الف مضموم ' پ مشدد مفتوح—ظرف . اوپر ' اوپر کی طرف .

اتا : (۱) الف مفتوح ' ت مشدد—عدد غیر معین . اِتنا . (۲) الف مضموم—اُتنا .

اتی سری کی : الف مفتوح ' ت مشدد ' س مکسور . اتنی سی ' ذراسی ' چھوٹی سی .

اچک : الف مکسور ' چ مشدد مفتوح—صف . باہر نکلے ہوے (دانت) ' کھیسیں .

ادمی : الف مفتوح—امذ . آدمی ' شخص .

اغل : الف مفتوح ' غ مشدد مفتوح—امث . چٹکنی (دروازے کی) .

الٹھا : الف مضموم ' ل ساکن—صفذ . الٹا ' سرنگوں .

المار : الف مفتوح ' ل ساکن—امذ . الماری .

ازانمس : پہلا الف اور دوسرا نون مفتوح—امذ . انناس .

انگار : الف مفتوح ' ن غنہ—امذ . انگارے ' بڑی بڑی چنگاریاں .

انگلی : الف مفتوح ' ن غنہ ' گ ساکن— امث . انگلی ' انگشت .

انگن : الف اور گ مفتوح ' پہلا نون غنہ—امذ . آنگن ' صحن .

انوں : الف مضموم ' واو مجہول—ضمیر جمع غائب مذکر مونث . وہ ' وے .

آتیں : ت مفتوح—فعل حال ' جمع مذکر مونث . آتے (آتی) ہیں .

آدا : اسم عدد—آدھا ' نصف .

ب

بارا : امذ . ہوا ' پون ' باد .

بدخ : ب دال مفتوح—امث . بط ' بطخ .

بڈی : ب مضموم ' ڈ مشدد—صفث . بڈھی ' بوڑھی عورت .

بربٹ : دونوں ب مفتوح—امذ . امچور ' آم کی سوکھی ہوی پھانکیں . سیم ترکاری کی ایک قسم .

بڑبڑانا : دونوں ب مضموم ' پہلی ڑ ساکن—مصدر . بڑبڑانا ' بڑبڑ کرنا ' بکنا .

بگڑا : ب مضموم ' گ ساکن—امذ . کان کا ایک زیور ' بندا ' آویزہ .

بمڑی : ب مفتوح ' م ساکن (یا خفیف طور پر مشدد)—امث . بم ' غل شور .

بنگڑی : ب مفتوح ' ن غنہ گ ساکن—امث . چوڑی (ہاتھ میں پہننے کی) . تامل زبان کے اسی لفظ سے انگریزی لفظ bangle بنا ہے .

بوٹ : واو مجہول—امذ . املی کا پھل ' چیاں .

بوجنا : واو معروف—مصدر . بوجھنا ' معلوم کرنا ' بتانا .

بوجن ہار : واو معروف ' ج مفتوح—اسم فاعل مذکر . بوجھن ہار ' بوجھنے والا ' بتانے والا .

بوڑکا : واو مجہول ' ڑ ساکن—صفت . گنجا ' بے بالوں کا .

بونبی : واو معروف ' ن غنہ—امث . پھپوندی .

پ

پاواں : امذ . پاؤں کی جمع .

پچھاننا : پ مکسور—مصدر .پہچاننا ' جاننا ' سمجھنا .

پدک : پ دال مفتوح—امذ . گلے کا ایک زیور ' مالا .

پکارا : پ مضموم—امذ . پکار ' آواز ' چیخ . بولنے کا طریقہ .

پن : پ مفتوح—حرف استثنا . پر ' مگر .

پنڈو : پ مفتوح ' ن ساکن ' واو معروف—امذ . پھل ' بیر کی شکل اور مقدار کا (کوئی) پھل .

پو : واو مجہول—حرف جار . پر ' پہ ' پے .

پوجنا : واو مجہول—مصدر . پونچھنا ' صاف کرنا .

پھٹر : پھ مفتوح ٹ مشدد مفتوح—امذ . پتھر ' سنگ .

پھنس : پھ ن مفتوح—امذ . کٹھل پھل .

پھودا : واو مجہول—صفت . نرم سی چیز .

پیرنا : ی مجہول—مصدر ۔ بونا ' بیج لگانا ۔

پیلنا : ی مجہول—مصدر ۔ پہننا ؛ اوڑھنا ۔

ت

تاڑا : اسم ۔ گھمنڈ ' غرور ' تکبر ۔

تاڑ چکا : چ مفتوح 'ک مشدد—اسم ۔ تاڑ کا پھل ۔

تبخ : ت ب مفتوح—اسم ۔ عربی لفظ طبق کا دکھنی تلفظ ہے ؛ طبق ' طباق ۔

تبرک : ت مفتوح ' ب ساکن ' ر مضموم—اسم ۔ تبرک ' برکت کی چیز ۔

تبی : ت مکسور ۔ مرکب ہے تو (واو مجہول) اور بھی کا ' تو بھی ۔

تٹی : ت مضموم ' ٹ مشدد—صفت ۔ ٹوٹی ہوئی ' شکستہ ۔

ترا : ت مضموم—اسم ۔ طرہ ' پھندنا ۔

ترتر : دونوں ت مضموم—صف ۔ جلدی جلدی ؛ تیزی ' پھرتی ' طراری سے ۔

تس : ت مفتوح—اسم ۔ تشت ' تھال ۔

تکڑا : ت مضموم ' ک ساکن—اسم ۔ ٹکڑا ۔

تگ : ت مفتوح—حرف جار ۔ تک ' تلک ۔

تلے : ت مفتوح ' ل مشدد—ظرف ۔ تلے ' نیچے ۔

تمبی : ت مضموم ' م ساکن—اسم ۔ تنڈی ' تیڑی ۔

تمیں : ت مکسور ' ی مجہول—ضمیر جمع حاضر مذکر و مونث ۔ تم ۔

تیرنا : ی معروف—مصدر . تیرنا ' پیرنا .

تیڑھا : ی مجہول ' ڑ ہ مرکب—صفت . تیڑھا .

ج

جاتیں : ت مفتوح—فعل حال . (۱) جمع غائب مذکر و مونث وہ جاتے (جاتی) ہیں . (۲) جمع حاضر مذکر و مونث ' تم جاتے (جاتی) ہو .

جگتیں : ج ت مفتوح ' گ ساکن—فعل حال . (۱) جمع غائب مذکر و مونث ' وہ جاگتے (جاگتی) ہیں . (۲) جمع حاضر مذکر و مونث ' تم جاگتے (جاگتی) ہو .

جگتیوں : ج مفتوح ' گ ساکن ' ی مضموم—فعل حال ' واحد متکلم مونث . میں جاگتی ہوں .

جلبلانا : ج ب مضموم ' پہلا ل ساکن—مصدر . چلبلانا ' جلدی کرنا .

جھاڑ : اسم . درخت .

جھنڈاں : جھ مفتوح ' ن مشدد—اسم . جھنجھناہٹ .

جھیٹری : دونوں ی معروف ' ت ساکن—صفت . جھوتری ' بڑے بڑے اور الجھے ہوئے بالوں والی .

چ

چان : اسم . چاند ' قمر .

چپل سینڈی : چ مفتوح ' پ مشدد مفتوح ' ی مجہول ' ن غنہ—اسم . ناگ پھنی .

چتلا : چ مفتوح ، ت ساکن — صفت . چکلا ، چوڑا .

چڑانا : چ مفتوح — مصدر . چڑھانا .

چڑنا : چ مفتوح — مصدر . چڑھنا ، اوپر کو جانا .

چڑی : چ مضموم — اسمث . چڑیا .

چک : چ مفتوح — اسمذ . پھل ، ثمر .

چلا : چ مضموم ، ل مشدد — اسمذ . چولھا .

چمٹي : چ مضموم ، م ساکن — اسمث . چیونٹی .

چھبی : چھ مضموم ، ب مشدد — اسمث . ڈبکی ، غوطہ .

خ

خابا : صفت — عربی لفظ قحبہ کا دکھنی تلفظ ہے .

خازی : اسمذ . عربی لفظ قاضی کا دکھنی تلفظ ہے .

خران : خ مضموم — اسمذ . لفظ قرآن کا دکھنی تلفظ .

خلم : خ ل مفتوح — اسمث . قلم .

د

داترا : ت ساکن — صفت . دنتیلا ، دانت نکالے ہوے ، وہ جس کے دانت دکھائي دیتے ہوں .

دوکھا : واو مجہول — اسمذ . دھوکا ، فریب ، دغا .

دیڑ : ي مجہول — اسم عدد . ڈیڑھ ایک اور آدھا .

دیوال : ي معروف — اسمث . دیوار .

دیوک : ي معروف ، و مفتوح — اسمث . دیمک .

ڈ

ڈغلا : ڈال مفتوح ' غ ساکن—اسم . دگلا .

ڈلی : ڈ مفتوح ' ل مشدد—اسم . بوٹی (گوشت کی) ٹکڑا .

ڈیٹ : ی مجہول—اسم . ڈنٹھل ' پھل کے اوپر کی ڈنڈی .

ر

رکھابی : ر مفتوح—اسم . رکابی ' پلیٹ .

س

ساب—اسم . عربی کے معروف لفظ صاحب کا دکھنی تلفظ ہے .

ستا پھل—س مکسور—اسم . سیتا پھل ' شریفہ .

سٹڈنا : س مفتوح ' ٹ ساکن—مصدر . پھینکنا .

سدا : س مکسور ' دال مشدد - صفت . سودھا .

سدی : س مکسور ' دال مشدد . (۱) اسم . شیدی ' حبشی .
(۲) صفت : سیدھی .

سرائی : س مضموم—اسم . صراحی .

سرسا : س مفتوح ' ر ساکن—اسم . سرس (درخت) .

سرنا : س مفتوح—مصدر . ختم ہوجانا ' پورا ہوجانا .

سکا : س مضموم ' ک مشدد—صفت . سوکھا ' خشک .

سکی : س مضموم—اسم . سکھی ' سہیلی .

سنا : س مضموم ' ن مشدد—اسم . سونا ' زر .

سندخ : س مضموم ، دال مفتوح یا مضموم—امذ . صندوق ، بکس .

سوب : واو مجہول—عدد . سب ، کل ، تمام .

سہولی : س مضموم ، واو مجہول—امث . سہیلی ، سکھی .

سیلا : ی مجہول—امذ . کپڑا ، باریک نازک کپڑا .

سیلی : س مفتوح—امث . سہیلی ، سکھی . دیکھو سہولی .

ش

شرائی : ش مکسور—امذ . عربی لفظ شرعی کا دکھنی تلفظ ہے ، بمعنی شرعی (وضع کا) پاجامہ .

شرزا : ش مفتوح ، ر ساکن—امذ . شرزہ ، تیندوا ، جنگلی بلاؤ .

شروا : ش مکسور یا مضموم ، ر ساکن—امذ . شوربا .

شمرخ : ش ر مفتوح ، م ساکن—امث . شیرہ ، چاشنی .

ک

کاڑی : امث . تنکا ، ڈنڈی .

کاں : ظرف . کہاں ، کس جگہ .

کٹھورا : ک مضموم ، واو مجہول—امذ . کٹورا ، پیالہ .

کچ : ک مضموم—عدد غیر معین . کچھ .

کدالی : ک مضموم—امث . کھدالی ، کھدال ، سبل .

کلافن : ک مفتوح ، ف مضموم—امث . گھڑیال کی مونگری .

کنا : ک مفتوح—مصدر . کہنا . اس سے کتا ، کتے ، کتو (ک مفتوح ، واو اور ی مجہول) ، یعنی کہتا ، کہتے ، کہے تو (= یعنی ، بمعنی) بولتے ہیں .

کنچال : ک مفتوح ' ن ساکن—اسم . کائی .

کنولا : ک مفتوح ' ن غنہ ' واو ساکن—صفت . کچا ' خام ' ناتجربہ‌کار ؛ ایک قسم کی نارنگی .

کو : (۱) واو مجہول—حرف عطف . کر' مثلاً لے کو گیا = لے کر گیا

(۲) واو معروف—فصیح اردو تلفظ میں واو مجہول ھے .

کوتھری : واو مجہول ' تھ ساکن—اسم . کوٹھڑی ' کمرہ .

کولسا : واو مجہول ' ل ساکن—اسم · کوئلا .

کونگئی : واو مجہول ' ن غنہ ' گ مفتوح—اسم . کنگھی ' کنگھا .

کویلی : ک مفتوح ' ی مجہول—اسم · کھپریل کے کھپرے .

کھاندا : ن غنہ—اسم . کندھا ' کاندھا .

کے : ک مفتوح . (۱) عدد غیر معین : کئی ' بہت سے ' متعدد .
(۲) استفہام : کیسا ؟

کیلی : دونوں ی معروف—اسم · کنجی ' چابی ' کلید .

کیوں : کیسا ' کیسے ' کیسی ؛ کس طرح ؛ کیسا اچھا ؛ کس قیمت کا .

گ

گار : اسم . اولا ' ژالہ .

گائی : اسم . گاے .

گدا : گ مفتوح ' دال مشدد—اسم . گدھا ·

گدّا : گ مکسور ، دال مشدد — صفت . ٹھگنا ، چھوٹے قد کا (مونث میں گدّی) .

گلّر : گ مضموم ، ل مشدد مفتوح — اسم مذ . گولر .

گلّی : گ مضموم ، ل مشدد — اسم مث ، گٹھلی .

گنٹھا : گ مضموم ، ن ساکن — اسم مذ . تالاب ، کنڈ .

گنجی : گ مفتوح ، ن ساکن — اسم مث . پیچ ، وہ پانی جو چاول (یا کسی اناج وغیرہ) کو ابال کر نچوڑ لیا جاتا ہے .

گھڑی : گھ مفتوح — اسم مث . گھڑیا ، چھوٹا سا گھڑا ؛ تہ (کپڑے وغیرہ کی) .

گھمّاں : گھ مضموم ، م مشدد — صفت . گھومنے ، پھرنے والا .

ل

لاڑلا : ڑ مکسور — صفت . لاڈلا ، دلارا ، پیارا .

لغام : ل مفتوح — اسم مث . لگام .

لکڑا : ل مفتوح ، ک ساکن — اسم مذ . لکڑی .

لنگدّا : ل گ مفتوح ؛ پہلا نون غنہ ، دوسرا مشدد — صفت . لمبا ، لمباسا ، لمبوترا .

لوکاں : واو مجہول — اسم جمع . لوک کی جمع : لوگ ، لوگ باگ .

لہٗو : لہ مفتوح ، واو معروف — اسم مذ . لہو ، خون .

لہوا : لہ مفتوح ، واو مشدد — اسم مذ . لوھا .

م

مانا : (۱) مصدر ۔ سمانا ، سماجانا ۔ (۲) عربی لفظ معنی کا دکھنی تلفظ ۔

مِٹھا : م مکسور ، ٹھ مشدد — صفت ۔ میٹھا ، شیریں ۔ (مونث میں مٹھی) ۔

مڑی : م مفتوح — اسم ۔ چھوٹا سا کھیت ۔

مسلا : م مفتوح ، س ساکن — اسم ۔ (عربی مسئلہ) پہیلی ، چیستان ، مسئلہ ۔

مکھڑی : م مفتوح ، کھ ساکن — اسم ۔ مکڑی ۔

منجل : م مضموم ، ن ساکن ج مفتوح — اسم ۔ ایک لعاب دار تکیا ، جو تاڑ کے پھل کے اندر سے نکلتی ہے اور ذائقے میں پھیکی اور سوندھی ہوتی ہے ۔ اسے لوگ بڑے شوق سے کھاتے اور مفرح سمجھتے ہیں ۔

منجے : م مفتوح ، ن غنہ — ضمیر واحد متکلم کی حالت مفعولی ، مجھے ، مجھ کو ۔

منڈی : م مضموم ، ن ساکن — اسم ۔ سر ۔

منگنا : م مفتوح ، پہلا نون غنہ ، گ ساکن — مصدر ۔ مانگنا ، طلب کرنا ۔

منیار : م مفتوح ، ن ساکن — اسم ۔ منھیار ، چوڑی بنانے اور بیچنے والا ۔

موچنا : واو معروف — مشدد ۔ بند کرنا ۔

موں : واو معروف ، ن غنہ — اسم ۔ منہ ، مکھ ۔

مہنا : م مفتوح ، ہ مکسور — اسم ۔ مہینا ، ماہ ۔

ن

نارل : رے مفتوح—امذ . ناریل .

نت : ن مفتوح—امث . نتھ ، ناک میں پہننے کا زیور .

نکلتے : ن مکسور ، ک ت مفتوح ل ساکن—فعل حال ، صیغہ واحد غائب مذکر . وہ نکلتا ھے .

نکو : ن مفتوح ، واو مجہول—حرف نفی . نہیں ، مت .

نمبو : ن مکسور ، م ساکن ، واو معروف—امذ . نیبو ، لیموں .

نھنا : نھ مفتوح ، ن مشدد—صفذ . ننھا ، چھوٹا سا .

نیں : پہلا نون مفتوح دوسرا غنہ—حرف نفی . نہیں .

و

وو : واو مجہول—ضمیر واحد غائب (استعمال شاذ ھے) . وہ .

ھ

ھتھی : ھ مفتوح ، تھ مشدد—امذ . ھاتھی .

ھکا : ھ مضموم ، خ مشدد—امذ . حقہ .

ھڈ : ھ مفتوح ، ڈ مشدد—امذ . ھڈی ، استخوان .

ھریا : ھ مفتوح ، ر ساکن—صفذ . ھرا ، ھرے (سبز) رنگ کا .

ھندیری : ھ مفتوح ، ن ساکن ؛ پہلی ي مجہول ، دوسری معروف صفث . اندھیری ، تاریک . مذکر کے لیے ھنذارا .

ھنڈی : ھ مفتوح ، ن ساکن—امث . ھانڈی ، ھنڈیا .

ھور : واو مجہول—حرف عطف (استعمال شاذ ھے) . اور .

ی

یتّم : ي مفتوح ' ت مشدد مفتوح — اسم . تھیکلی

ییکا : دوسری ي مجہول — اسم عدد . ایک .

اشاریہ

[فائدے کو زیادہ وسیع اور عام کرنے کے لیے یہ اشاریہ بجائے دکھنی کے اردو میں بنایا گیا ہے . عدد سے پہیلی کی شمار مراد ہے -]